''خیالِ یار''

سیاہ پالش سے پیانو جگمگا رہا تھا۔اس کی جگمگاہٹ دھوکا دہی کا پرتو بھی لگتی تھی اور حقیقت کی نشاندہی کرتی ہوئی بھی۔وہ اس ہال کے آخری کنارے رکھا تھا۔ہال......جس کی وسعت پر گماں ہوتا تھا کہ وہ پھیل کر دنیا کے آخری کنارے کو جا چھوئے گا۔اسی ہال کی روشنی میں اپنی روشنی الگ کرتے ''خیال'' نے پیانو پر اپنا ہاتھ رکھا۔اپنی انگلیوں کی متوقع جنبش بارے سوچتے ہوئے اس نے بورڈ کا ڈھکن الٹ دیا اور اسٹول پر بیٹھ گیا۔پیانو کی کنجیاں اس لمس کے انتظار میں تھیں، جس لمس کا الہام انہیں ابھی کچھ دیر پہلے ہوا تھا۔اگر یہی طے تھا تو وہ اس طے شدہ دھن کو بجانے اور سننے کے لیے خود کو تیار کر چکی تھیں۔

اسٹول پر بیٹھ کر وہ سامنے کاؤچ پر لیٹی صدھم کو دیکھنے لگا۔

''صدھم......''

اس کی انگلیوں میں ایسا ارتعاش جاگا کہ اس نے کنجیوں کو چھوئے بنا ان پر اپنا جادو جگا دیا۔کہ صدھم نام کی صدا ہال کی وسعت کے ساتھ کائنات کا سفر کرنے لگی۔

''صدھم......اگر میرے پاس غور و فکر کی کنجیوں کی جگہ ''ادائیگی'' کی کنجیاں ہوتیں تو مجھے التجا یہ یہاں نہ آنا پڑتا۔''

دو انگلیوں کو اس نے پیانو کے سازوں پر رکھا۔کنجیوں سے آواز تو آئی لیکن ساز ناپید رہا۔پھر ہاتھ کو کنجیوں پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک گھسیٹتا چلا گیا۔ہاتھ جو ارادے کی تکمیل میں اتنے ہی اہم ہوتے ہیں جتنی نیت عمل کی ادائیگی میں۔کنجیوں کی پرشور تکرار اور الزام نے آواز و ساز پر کئی سوالیہ نشان بنا دیئے۔صدھم ویسے ہی سوتی رہی جیسے وہاں کچھ ہو ہی نہیں رہا تھا......نہ ہی کچھ ہونے والا تھا......

''ہم سوتے ہیں تو جاگنا کیوں نہیں چاہتے......کتنی پیاری ہے تمہیں یہ نیند صدھم......ایسی نیند تو صرف اسی وقت سویا جا سکتا ہے جب جاگنے کی جلدی ہو نہ بیداری کی چاہ......''

دعا صورت اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا کر اس نے ان پر اپنا سر ٹکا لیا۔اسے شدت سے اس دعا کی حاجت محسوس ہوئی جو ''صدھم'' کو جگا دے۔وہ اس کی غفلت کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔وہ تو شاید اسے قائل بھی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ ''غافل'' ہے۔اسے سمجھ نہیں آئی کہ وہ دعا میں کسے اولیت دے۔اس حقیقت کو جو دھند لا رہی ہے۔یا اس دھند کو جو حقیقت بننے جا رہی ہے۔

اپنے قد سے بڑی اور اتنی ہی اونچائی پر لگی پینٹنگ کے سائے تلے رکھے کاؤچ پر وہ آنکھیں بند کیے لیٹی تھی۔کاؤچ جس کے عین سامنے کئی سو کتابیں دیوار کے سینے سے لگیں اپنی لامحدود آنکھوں کی حقیقت یافتہ بینائی سے اسے دیکھ رہی تھیں......بول رہی تھیں......بتا رہی تھیں کہ سونے والے بڑے گھاٹے میں رہتے ہیں......اُٹھ جاؤ کہ جنہیں فلاح کی چاہ ہو وہ ایسے نہیں سویا کرتے......جو ایک بار دیکھ چکے ہوں وہ اندھوں کی صف میں مطمئن کھڑے نہیں ہوتے......

وہ شام کو یہاں آئی تھی اور سوچتے سوچتے کاؤچ پر ہی سوگئی تھی۔آج سے پہلے وہ کبھی اس جگہ نہیں سوئی تھی۔نہ ہی اسے خیال آیا تھا کہ دادا کی لائبریری میں سویا بھی جا سکتا ہے۔وہ اپنے منصوبے پر ایک آخری بار نظر ثانی کرنے آئی تھی کہ کہیں کوئی بھول چوک نہ ہو جائے۔

''خیال'' نے اپنی آنکھوں کی نمی کو کنجیوں پر گرتے دیکھا۔یوں ساز ا یکدم سے بج اٹھے۔اس کی دس انگلیاں حکم کے تابع اور غفلت سے خوفزدہ ایسے پیانو پر حرکت پذیر ہوئیں جیسے ساعتیں محدود ہو چکی ہوں اور بھلائی سمٹ جانے کو ہو......

صدھم کی آنکھ کھل گئی۔ہال میں لگا فانوس روشن تھا۔وہ اتنا روشن ہوگا کہ اس کی آنکھیں چندھیا جائیں گی اسے اندازہ نہیں تھا۔یہ اندازہ کرنے وہ پہلے یہاں کبھی ایسے سوئی بھی تو نہیں تھی۔سونا جتنا ضروری ہوگیا تھا جاگ جانا اتنا ہی مشکل لگا۔اگر یہ ساز نہ بجتا تو قیامت ہی اسے جگاتی۔جب اس کے نام کی پکار کی جاتی اور سوال و جواب کے لیے اُسے حاضر کیا جاتا......

''تب جاگ جانے پر کیا حاصل......تب بیداری کس کام کی......''

سوئی جاگی آنکھوں سے وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔اسے ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ قیامت سے پہلے کس چیز نے اسے یوں نیند سے بیدار ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔کیا ہال میں لگے فانوس نے جس کی روشنی تہہ در تہہ اس کے گرد دائرے بناتی جیسے جنگ کی حالت میں یا قدم آدم کھڑکیوں کے نیم وا پٹوں نے جن کے پار سے ان پرندوں کی چہچہاہٹ صاف سنی جا سکتی تھی جو نفس رکھتے ہیں' نہ اس کی گستاخ اطاعت۔

اس کا اندازہ وہ کچھ دیر بعد کر سکی کہ اسے جگانے میں یہ سب عوامل کارفرما تھے اور خاص کر پیانو کی کنجیوں کے وہ سر جن کی زبان اس منصف کی ترجمانی کر رہی تھیں جس کی انصاف پسندی کی وہ گواہ تھیں۔

اپنے کھلے بالوں اور ڈھلکتے ہوئے دوپٹے کو سنبھالتی وہ چلتے چلتے پیانو کے قریب آنے لگی۔پھر وہ خواب کی طرح رک گئی۔اس نے ایسا سوچا بھی کیسے تھا کہ پیانو خود بخود بج رہا تھا۔اسے یہ خیال کیوں نہ آیا کہ ساز خود بخود دو ہی صورتوں میں بجتے ہیں۔ایک جادو کی صورت میں اور دوسرا خواب کی صورت میں......

تو وہ خواب میں تھی یا کسی جادو کے زیر اثر......

''اٹھ گئی ہو پیاری لڑکی!''

جیسے ہی وہ اس کے بالکل قریب جا کر کھڑی ہوئی' اس نے گردن کو خم دے کر اس سے پوچھا۔پیانو وہ ابھی بھی بجا رہا تھا۔انگلیوں نے پہلے اس کے وجود کی نمائندگی کی۔وہ درویش صفت تھیں۔پھر اس کے لبادے نے ''ایمان جس کا رنگ تھا' یقین جس کی بنت میں تھا......بے داغ اور اجلا......رنگ میں سفید' چمک میں نور۔''

''تم نے مجھے جگا دیا۔''

مجھے اعتراف ہے......ہاں میں نے ایسا کیا......لیکن تمہیں جگا دینے کی خوشی بھی بہت ہے......

کیوں......؟؟

یہ ضروری تھا......اتنا ہی ضروری جتنا میرا اور تمہارا ایک ساتھ ہونا......اس وقت......ابھی......فورا......

تمہیں معذرت خواہ ہونا چاہیے......

تم معافی چاہتی ہو؟ دہراؤ ’ہماری معافی‘‘......الفاظ اہم نہیں......الفاظ ضروری بھی نہیں......تم بس ارادے پر کاربند رہنا۔

میں کیوں دہراؤں......؟

کیونکہ جو تمہارا ارادہ ہوگا وہی میرا ہوگا......تمہاری خیر میری ہی تو ہوگی......

تمہاری باتیں عجیب ہیں......

یہ حقیقت ہیں......

مبہم اور بے معنی......

واضح اور بامعنی......

تم یہاں کیوں آئے ہو......؟

تمہارے لیے آیا ہوں صدھم......سنو یہ ساز کیا کہہ رہا ہے......‘‘

اس کی انگلیاں عبادت گاہوں میں صف بندی کیے جھکتی اور اٹھتی لگتی تھیں۔ باوضو اور باجماعت۔ صدھم نے اپنی آنکھیں مسلیں اور اسے دیکھا، غور سے دیکھا، پھر اسے سننے لگی۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ ایسی دھن پر ہمہ تن گوش رہے جو کلام کی جرات رکھتی تھی۔ جو ’’خاموشی‘‘ سے کچھ زیادہ اور ’’محویت‘‘ سے ذرا زیادہ پر تھی۔ وہ پیانو کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی ہوگئی اور بھول گئی کہ وہ کہاں کھڑی ہے۔ وہ ساز میں ڈوبنے لگی۔ اسے محسوس ہوا کہ وہ یہ دھن سن چکی ہے۔ اسے یہ بھی محسوس ہوا کہ دھن اسی کے وجود کا حصہ رہی ہے...... ’’رہی ہے‘‘......اس نے یہ بھی محسوس کیا کہ یہی دھن اب اس سے الگ ہو رہی ہے......

اس نے یکدم بجانا بند کر دیا۔ اس نے بھی فورا بند آنکھیں کھول دیں۔

’’بجاو......‘‘ صدھم نے فرمائش کی

’’میں ایک جائز دھن بجا کر جاوں گا......مگر اس کا انتخاب تمہیں کرنا ہوگا۔‘‘

صدھم نے کہیں بہت پیچھے سفر کیا۔ اسے یاد آتے آتے رہ جاتا تھا کہ وہ اسے کہاں سے اور کیسے جانتی ہے۔ ایک لمحے کے لیے اسے لگا کہ وہ خود کو دیکھ رہی ہے۔ اگلے لمحے لگا کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر جس پار وہ کئی بار جا چکی ہے اس پار سے اب وہ خود کو نکال لائی ہے......اسے یاد آتے آتے رہ جاتا...... ’’وہ کون ہے‘‘......اور ’’خود وہ کون تھی‘‘......

’’کون ہو تم۔‘‘ وہ چاہتی تھی کہ وہ اسے یاد کرا دے۔

’’میں تمہارا خیال ہوں صدھم......میں تم ہوں......‘‘

''میں جانتی ہوں میں کون ہوں......میں تم نہیں ہوسکتی۔''

''تم جانتی ہو میں کون ہوں۔ابھی میری شناخت اتنی گم شدہ نہیں ہوئی کہ تم مجھے پہچان نہ سکو۔میں پاکیزہ رہا ہوں ان نیکوکاروں کی طرح جن کی روحوں پر گناہ کے چھینٹے ہوتے ہیں نا نفس پر کھینچا تانی کی ڈور۔میں تمہاری عبادت' تمہاری ریاضیت' تمہاری خیر ہوں۔''

صدھم نے اچھنبے سے اسے دیکھا۔

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور جھک کر آداب بجا لایا۔''میں تمہارا مشکور رہوں گا اگر میں ہمیشہ ایسا ہی رہا تو......ایسا......اتنا ہی خوب صورت اور پاکیزہ۔دیکھو میرا مسکرانا' میرا چلنا' میرا بولنا۔میں سراپا حسن ہوں۔میں کائنات کا محور ہوں......میں محبت ہوں۔''

''تم ''محبت'' ہو......؟؟اس کے لہجے میں تمسخر نے اپنی آمیزش کرنی شروع کر دی تھی۔

''کیا محبت سے خوب صورت کچھ اور ہے؟'' وہ نرمی سے گویا ہوا

''تم نے تو کہا تم میرا خیال ہو۔'' صدھم حیران ہوئی۔

''کیا تمہارا خیال ''محبت'' نہیں۔''

محبت میرا ایمان ہے......صرف خیال نہیں......'' صدھم نے مغرور ہونے لگی

اگر محبت کو ایمان رکھتی تو مجھے آنا نہ پڑتا......

کیوں آئے ہو پھر......؟

''خود کو بچانے نہ آتا صدھم......جو تم کرنے جا رہی ہو تمہیں روکنے نہ آتا......''

کیا کرنے جا رہی ہوں میں......؟ صدھم نے حیرت سے اسے دیکھا

تم نے سنا نہیں انسان جلد باز واقع ہوا ہے......تم بھی وہی انسان ہو......

صدھم کی بھنویں تن گئیں......''ہاں ہوں......اگر جلد بازی سودمند ہو تو مجھے یہ جلد بازی منظور ہے......''

کیا تمہیں شر کی خیر سودمند لگتی ہے......؟؟

کیا تم مجھے نیکی و بدی کا سبق دینے آئے ہو......سوال کرنے آئے ہو مجھ سے......؟

سوالوں سے ڈرانے آیا ہوں صدھم......جن کے جواب نہیں ڈھونڈ پاؤ گی ان سوالوں کو کیسے جھیل پاؤ گی......

صدھم نے قہقہہ لگایا۔''تمہاری باتیں عجیب ہیں......''

تمہاری طلب عجیب تر......تمہاری چاہت جواب طلب......خیر سمیٹ چکی ہو تو شر کی طرف کیوں بڑھ رہی ہو۔تم تو ہادی سے محبت کرتی ہو صدھم......تمہیں ہادی چاہیے......چاہت بدل کیوں رہی ہو......''

صدھم نے اسے ایسے دیکھا جیسے جادو کی چھڑی سے وہ اسے ہادی دینے آیا ہو۔صدھم کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

''نہ چاہ بدلی ہے......نہ چاہت......''اس نے سرگوشی کی۔

''مجھے دیکھو صدھم.......پہچانو مجھے.......میرے حسن کو دیکھو.......ایمان سے بھرا میرا دل' خیر کی طرف لپکتے میرے ہاتھ پیر' بھلائی کہتے سنتے' دیکھتے میرے زبان کان آنکھ' حد میں رہتا میرا النفس۔ دیکھو مجھے میں ''مجسم حسن'' ہوں.......میں تم ہوں ۔'' وہ خاموش ہوا اور پلٹ کر پیانو کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔

صدھم اس کی خوبصورتی کو مبہوت دیکھ رہی تھی.......

کیا تم نے مجھے ''مجسم حسین'' دیکھ لیا ہے صدھم.......میں کیسا تھا.......؟

صدھم نہ سمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔ ''میں کیسا تھا'' نے البتہ اسے چونکا دیا۔

اس کی پشت صدھم کی طرف ہو گئی۔ اس کے ہاتھوں کی جلد پھٹنے لگی۔ وہ بنجر ہو گئی اور اس میں دراڑیں پھوٹنے لگیں۔ یہی دراڑیں تنا ہوا جال بن کر ایسے ٹوٹیں جیسے مکڑی کا جال جو ایک ہی لپیٹ میں سارے کا سارا لپٹ گیا۔ کراہیت کی ابتداء ہاتھوں سے ہوئی۔ بھدے اور بدنما' غلیظ اور ناپاک۔

''یہ کیا ہوا؟''

''کل یہ ہاتھ سمیٹ لیے گئے.......ابتداء ان سے ہوئی.......انہوں نے مانگنا چھوڑ دیا ہے صدھم۔ اللہ پر ایمان اور یقین کے جن دھاگوں نے انہیں مضبوطی سے باندھ رکھا تھا۔ تم نے انہیں کھول دیا ہے۔''

ہاں! میں نے دعا سے ہاتھ سمیٹ لیے تھے.......اللہ کے یہاں دیر بھی ہے اور اندھیر بھی.......مجھے اللہ سے کچھ نہیں مانگنا۔''

تم اپنے مالک سے کہہ چکی ہو کہ تمہیں اب اس کی ملکیت میں نہیں رہنا.......

''میں اس مالک سے کہہ چکی ہوں کہ مجھے اس کی غلامی میں نہیں رہنا.......'' صدھم نے گردن تان کر کہا

وہ رحمان ہے.......آقا نہیں.......آقا ہوتا تو تکبر کے اس مظاہرے پر تمہاری زبان بندی کر دیتا.......

دونوں ایک لحظے کے لیے ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے رہے۔

''تمہارے ہاتھوں کو کیا ہوتا جا رہا ہے.......اب تم پیانو نہیں بجاؤ گے.......'' صدھم کی نظریں پھر سے اس کی ہاتھوں پر مرکوز ہو گئیں۔

''ضرور بجاوں گا.......اگر تم نے بجانے دیا.......''

صدھم نے الجھ کر اس کی طرف دیکھا۔ ''میں ہی تو تمہیں بجانے دوں گی۔ میری شادی ہونے والی ہے۔ مجھے خوش ہونے کے سارے حقوق حاصل ہو چکے ہیں۔ محبت کا ہو جانا خوش آئند ہے اور محبت کو پا لینا خوش بختی۔ میں آج یہ خوش نصیبی حاصل کر لوں گی۔ تم پیانو بجاو.......'' وہ مسکرائی.......سرکش مسکراہٹ.......

''تم سرکش ہوتی جا رہی ہو.......باغی اور حد سے نکلتی ہوئی.......''

''میں سرکش ہوں.......باغی اور حد سے نکل چکی.......اور مجھے ہونا بھی کیا چاہیے.......'' اس کی بھنویں تن گئیں

''تمہیں فرمانبردار ہونا چاہیے.......صابر اور دعا گو.......''

وہ قہقہہ لگا کر ہنسی۔ ’’یہ تو سب کمزور لوگوں کے ہتھیار ہیں...... ویسے اللہ کمزوریوں کو اتنا پسند کیوں کرتا ہے......‘‘

’’اللہ اس انسان کو پسند کرتا ہے جو نفس کی لگاموں کو اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے نا کہ نفس کو اپنی لگا میں تھما دیتا ہے...... جو اپنے نقص پر نظر رکھتا ہے‘ گمراہی سے بچتا ہے‘ ہر پل اپنی اصلاح کرتا ہے۔‘‘

اصلاح یہی ہے کہ ہم اپنے دل کو ماریں...... روئیں چلائیں‘ تکلیف میں رہیں اور پھر صبر کر کے رہ جائیں......؟؟

’’اصلاح یہ ہے کہ یہ سب فانی ہے۔ فانی چیزوں کے لیے نہ روئیں‘ نہ چلائیں‘ نہ تکلیف میں رہیں...... خدا نے اشرف بنا کر جو شرف دیا ہے اسے واویلوں کی نظر نہ کریں......‘‘

اگر میں ایسی ہی اشرف ہوتی تو اللہ مجھے وہ دیتا جو میں مانگتی ہوں......‘‘

اگر اشرف نہ ہوتی تو اللہ ’’دعا مانگنے‘‘ کی فضیلت ہی تمہیں نہ دیتا...... دعا تو عبادت ہے...... جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس عبادت سے دور نہیں رہتے......‘‘

’’اگر دعا عبادت ہے تو میں یہ عبادت کر کر کے تھک چکی ہوں۔ اب میں اپنی فلاح سمیٹنے جا رہی ہوں...... اوصاف کو قتل کرنے...... میں نے سوچ لیا ہے...... سوچ لیا ہے...... ہاتھ پر ہاتھ رکھنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ انسان اپنی قسمت خود لکھتا ہے۔ میں بھی لکھوں گی...... تم دیکھنا۔‘‘

’’دیکھ رہا ہوں۔‘‘ وہ اطمینان سے بولا

’’تمہیں دیکھنا محال ہوتا جا رہا ہے...... تم کریہہ اور بدصورت ہوتے جا رہے ہو...... تعفن سانسوں میں اٹک رہا ہے......‘‘

اگر میں تمہیں ایسے دیکھ سکتا ہوں تو تمہیں بھی مجھے ایسے ہی دیکھنا ہوگا...... فیصلہ دونوں صورتوں میں تمہارا ہے۔‘‘

’’ہاں! اب یہ میرا فیصلہ ہے...... تمہیں کیا لگتا ہے میں خوفزدہ ہو جاؤں گی یا تم مجھے بھٹکا دو گے۔ سنو ہمارے کالج میں ایک لڑکی ہے‘ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ اس نے اپنی سوتیلی ماں کو زہر دے کر مار دیا تھا۔ یہ بھی سنا ہے کہ اس نے زہریلی دوا کو اس کے سوپ میں ملا دیا تھا۔ لیکن میں نے انگور کے جوس کا انتخاب کیا ہے‘ اوصاف کو بہت پسند ہے...... آج سب ہادی کی بڑی خالہ کے گھر جا چکے ہیں‘ وہاں ڈھولک ہے۔ صرف میں اور اوصاف ہی گھر ہیں۔ میرے لیے آسانیاں ہی آسانیاں ہیں آج......‘‘

’’جو کرنا آسان ہے وہ بھگتنا بہت مشکل ہے صدھم...... تم قتل کرنے جا رہی ہو...... میں پناہ کے لیے کہاں جاؤں گا......؟

’’میں ہادی کو بچپن سے ہی پسند کرتی ہوں۔ گرمیوں میں جب وہ بڑے گیٹ کو چپکے سے کھول کر دبے پاؤں آیا کرتا تھا تو میں فوراً جان جاتی تھی کہ ہادی آیا ہے۔ اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑے ہو کر میں آج بھی اسے اتنے ہی شوق سے دیکھتی ہوں جتنے شوق سے پہلی بار دیکھنا شروع کیا تھا۔ لان میں وہ دادا کے ساتھ کرکٹ کھیلتا‘ پاپا کے ساتھ والی بال‘ چچا کے ساتھ ریسلنگ یا باقی سب کے ساتھ بیڈمنٹن‘ میں اسے کھڑکی سے دیکھتی یا لان میں بیٹھ کر...... دیکھتی ضرور تھی۔‘‘

’’کیا تم میرا حال نہیں دیکھ رہی...... کیا تمہیں نظر نہیں آ رہا کہ بدصورتی اپنی صورت مجھ میں نمایاں کرتی جا رہی ہے۔‘‘

''اوصاف بڑھ چڑھ کر ہر کھیل میں اس کے ساتھ حصہ لیتی تھی۔ ہونہہ...... ہم سب لڑکیاں ایک ہی اسکول میں تھیں لیکن اوصاف نے ضد کر کے ہادی کے اسکول میں ہی ایڈمیشن لیا۔ اس کے کالج میں۔ اس کے ڈیپارٹمنٹ میں۔ وہ ہادی کا سایہ بنتے بنتے اس کے دل کا حصہ بن گئی۔ لیکن ایسے بھی کبھی ہوتا ہے کیا؟ جو چیز پہلے سے ہی کسی اور کی ہو وہ نہ دی جا سکتی ہے نہ لی جا سکتی ہے۔ ہادی کوئی چیز تو نہیں جسے اٹھا کر وہ اپنے کمرے میں لے جائے۔''

''ایمان کوئی چیز تو نہیں جسے کسی انسان کے لیے بے ایمان کر لیا جائے......''

''بچپن سے لے کر اب تک اوصاف نے ہادی پر اپنا حق ثابت کرنا چاہا۔ وہ کہتی ہے وہ ہادی سے محبت کرتی ہے...... کیسے کر سکتی ہے وہ ہادی سے محبت...... ہادی سے تو میں محبت کر چکی ہوں۔ وہ تو اس کی سوچ میں آنے سے بہت پہلے میرے نصیب میں آ چکا تھا...... کیسے وہ ہادی پر قبضہ کر سکتی ہے' وہ تو یہ بھی نہیں جانتی کہ ہادی کس کروٹ سوتا ہے۔ کس وقت اٹھتا ہے۔ کتنا وقت سوتا ہے۔ میں جانتی ہوں سب...... بہت کچھ جان چکی ہوں......

کیا تم نے سب جان لیا ہے؟ جو سب جانتا ہے وہ تو خدا ہے...... تم خدائی صفت کا دعوا کر رہی ہو؟

''صدھم! تم بہت اچھی لیکن بہت ڈرپوک بچی ہو۔ جو مائیں میری طرح بیمار ہوں اور ان کی بیٹیاں تمہاری طرح گھٹی گھٹی ہوں تو مت پوچھو کہ انہیں کتنا ڈر لگتا ہے۔ کیسے کیسے وسوسے انہیں گھیرے رکھتے ہیں۔ میری صدھم...... میری پیاری صدھم...... بہادر نہیں بن سکتی تو اتنی ڈرپوک بھی نہ بنو...... برا وقت شاید جلد ہی آ جائے...... تمہارا کڑا وقت تو اسی دن شروع ہو گیا تھا جس دن تم میرے گھر پیدا ہوئی تھی۔

میں تمہیں موت کی حقیقت نہیں بتانا چاہتی لیکن یہ اتنی بڑی حقیقت ہے کہ خود ہی سب پر آشکار ہو جاتی ہے۔ کاش موت کا فرشتہ ایک دکاندار ہوتا جسے کچھ دے کر ہم زندگی کا کچھ وقت خرید لیتے۔ یا وہ خوشامد کو پسند کرتا اور میں کتنے ہی جتنوں سے اس کی خوشامد کر کے کچھ وقت اُدھار لے لیتی۔ لیکن ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں اب تسلیوں اور سہاروں کی تلاش میں ہوں' اپنے لیے نہیں تمہارے لیے۔ میں نہیں چاہتی کہ میرے مرنے پر تم روؤ۔ میں چاہتی ہی نہیں کہ تم پر کبھی ایسا وقت آئے کہ تمہیں رونا پڑے۔ اگر کوئی آنسو پونچھنے والا موجود نہ ہو تو رونا بڑا تکلیف دہ ہوتا ہے۔ صدھم کبھی مت رونا...... نہیں روؤ گی نا؟

اس کے آنسو گرنے لگے اور سر نفی میں۔

اسے دیکھ کر وہ اداس ہو گئیں۔ ''میرے کہنے پر تم کچھ تو کر ہی سکتی ہو گی۔ اپنی ماں کی کسی نصیحت کو تو حکم مانو۔ مجھے کوئی تو اطمینان دو۔''

صدھم نے بڑھ کر ان کا سر چوم لیا اور پھر آنکھیں۔ زویا کی آنکھیں دھندلا گئیں۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کہے اور کیا رہنے دے۔

''میری بیماری سے اتنا ضرور ہوا ہے کہ تمہارے دادا اور تمہارے عقیل انکل نے میری ایک بات مان لی ہے۔'' وہ رکیں

’’میری درخواست پر تمہارے دادا نے تمہارا رشتہ ہادی کے ساتھ طے کر دیا ہے۔ ہادی تمہارا کزن ہے اور اچھا دوست بھی ہے۔ بہت اچھا لڑکا ہے ہادی۔ مجھے بہت پسند ہے۔ صدھم تمہیں اس لیے یہ سب بتا رہی ہوں تا کہ تم یاد بھی رکھو اور دھیان بھی۔ تمہیں اپنے اور ہادی کے اس رشتے کا پاس رکھنا ہے۔ تمہیں اس رشتے کو ایسے نبھانا ہے کہ لوگ تمہیں میری بیٹی ہونے کے طعنے دینا چھوڑ دیں۔‘‘

صدھم کی نظریں اپنی ماں کے چہرے پر گڑ گئیں۔ وہ اس خبر پر حیران تھی۔

’’بیٹا لوگوں کے پاس جو ہے اس پر نظر نہ رکھنا مگر جو تمہارا ہے اس کا ضرور خیال رکھنا۔ تمہیں اپنے حق کی پہچان ہونی چاہیے اور دوسروں کے حقوق کی بھی۔ کسی کا حق غصب نہ کرنا اور نہ اپنا ہونے دینا۔ کاش تم کچھ تو...... تھوڑی سی ہی سمجھ دار ہوتی۔ تمہاری ماں نہیں ہوگی تو تمہارا خیال کون رکھے گا صدھم...... تمہیں خود ہی اپنا خیال رکھنا ہے۔ رکھو گی اپنا خیال؟

’’اللہ...... وہ ہے ہم دونوں کے ساتھ ماما......‘‘

زویا نے چونک کر اسے دیکھا۔ ’’میں نے اللہ کو ناراض کر دیا ہے۔ اپنے ماں باپ کا دل دکھایا۔ اللہ کا دل شاید ماں باپ کے اندر دھڑکتا ہے۔ جب ہم ایسا دل توڑ دیتے ہیں جس میں اللہ رہتا ہے تو پھر اللہ ہمارا بھی نہیں رہتا......‘‘

اللہ ہمیشہ ہمارا رہتا ہے ماما...... وہ آج بھی آپ کا ہے...... میرا ہے......

’’مجھے اللہ پر تمہارا یقین بہت پسند ہے صدھم۔ یہ یقین تمہیں ہمیشہ حاصل رہے۔ تمہیں کبھی اللہ سے دور نہ جانا پڑے۔‘‘

آپ بھی اللہ سے دور نہیں ہیں......

میں ہر ایک سے بہت دُور نکل گئی ہوں صدھم...... زندگی کے اس مقام پر مجھے لگتا ہے میں اپنی ساری ہی بازیاں ہار گئی ہوں۔ اب ایک آخری بازی بچی ہے...... تم...... تم جیت جانا صدھم...... میری طرح نہ ہو جانا...... خوش رہنا اور دوسروں کو خوش رکھنا۔‘‘

اس رات زویا ساری رات بولتی رہی اور صدھم سنتی رہی۔ ٹھیک تین دن بعد وہ اسے ہمیشہ کے لیے چھوڑ گئی۔ وہ ہائی بلڈ پریشر اور ذیابطیس کی مریضہ تھی۔ ایک ماہ پہلے بی پی شوٹ ہو جانے سے وہ کوما میں چلی گئی تھی۔ تین دن بعد وہ ہوش میں تو آ گئی تھی مگر اس کی صحت دوبارہ بحال نہیں ہوسکی۔ بیماری اس کے جسم کو نہیں دل کو لگی تھی۔ بس دل کی اسی بیماری کی آخری اسٹیج پر تھی وہ...... اس سے اگلی اسٹیج پر موت اس کی منتظر تھی......

صدھم...... تیرہ سال کی‘ الگ تھلگ‘ خاموش‘ بے چاری سی لڑکی...... بے چاری ہی رہ گئی۔ اس نے زندگی میں بہت بڑی خوشیاں نہیں دیکھی تھیں مگر ایک بہت بڑا غم دیکھ لیا تھا۔ اس کے خواب بڑے بڑے نہیں تھے لیکن اس کی زندگی کی ایک بڑی حقیقت ماں ایک خواب بن گئی تھی۔ زویا سے اس نے کہہ دیا تھا کہ اللہ اس کے ساتھ ہے۔ لیکن ماں کے مرنے کے بعد اس نے اللہ کو خود سے دُور محسوس کیا۔ اگر اللہ اس کے قریب ہوتا تو اس کے دل کے قریب لوگوں کو اس کی زندگی میں موجود رکھتا۔ وہ اسے اتنا ہی دُکھ دیتا جتنا وہ سہہ سکتی۔ اتنی ہی تکلیف جس پر وہ کراہ نہ سکتی‘ واویلا نہ کرتی‘ صبر کر سکتی۔

زندگی کی سب پیاری چیزیں تکلیف دے کر کے جاتی ہیں...... جیسے زندگی...... جو موت لے کر آتی ہے......

وقت ہمیشہ بدل جاتا ہے۔ برا تب ہوتا ہے جب وقت کے ساتھ لوگ بھی بدل جاتے ہیں۔

اس کے پاپا احسن رضا نے اپنی نرگس سے اپنی منگنی ختم کر کے اس کی ماما زویا سے شادی کی تھی۔صدھم کے دادا زاکر رضا نے انہیں گھر سے باہر نکال دیا تھا۔بزنس‘ گھر‘ دولت ہر چیز سے بے دخل کر دیا تھا۔احسن رضا سات سال تک گھر اور خاندان سے بے دخل رہے۔بے اولاد رہے‘ اکیلے اور تنہا ہو گئے‘ اپنی زندگی کی بدحالی پر کڑھتے رہے۔پہلے انہیں لگتا تھا کہ زویا کے بغیر مر جائیں گے پھر وہ گھر والوں کے لیے تڑپنے لگے۔گھر واپس جانے اور اپنے ماں‘ باپ کو خوش کرنے کے لیے انہوں نے ان کی مرضی سے دوسری شادی کر لی۔

’’میں بے اولاد نہیں رہنا چاہتا زویا۔تمہیں ڈاکٹرز نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ تم ماں نہیں بن سکتی۔‘‘

’’میں ماں نہیں بن سکتی لیکن آپ باپ بن سکتے ہیں......اللہ جلد آپ کو صاحب اولاد کرے۔‘‘

اور وہ کیا کہتی۔سات سال پہلے جو شخص ان کے لیے سب کچھ چھوڑ آیا تھا۔سات سال بعد وہ انہیں تقریباً چھوڑ رہا تھا۔وہ دوسری شادی کر آیا تھا۔اپنے آبائی گھر رہنے لگا تھا۔دوسری شادی ہو جانے کے بعد زویا کو بتا رہا تھا۔وہ انسان ہی بدل گیا جس کے لیے زویا نے اپنا گھر چھوڑا تھا تو وہ حالات کے بدلنے کا کیا شکوہ کرتی۔وہ اس سے وہ سوال کیوں کرتی جس کا جواب وہ جانتی تھی۔

زویا اپنے گھر میں رہنے لگی اور احسن اپنے آبائی گھر ’’رضا ہاوس‘‘ میں۔ایک سال کے اندر اندر وہ ایک بیٹے کے باپ بن گئے۔دوسرے سال دوسرے بیٹے کے اور چوتھے سال دو بیٹیوں کے۔

’’صدھم اور اوصاف‘‘ کے......اللہ تعالی نے زویا کو بھی اولاد سے نواز دیا تھا۔

احسن اکثر بیٹوں کو زویا کے پاس لے آتے تھے۔رضا ہاوس میں ہونے والی تقاریب میں زویا بھی چلی جایا کرتی تھی۔انہیں کوئی خاص رتبہ یا پروٹوکول نہیں ملتا تھا۔مگر بہت زیادہ سرد رویے بھی نہیں ملتے تھے۔صدھم کی دادی ان کا خیال رکھتی تھیں۔ان کی گود میں احسن کی اولاد تھی اس لیے تھوڑا بہت حق زویا کو بھی دے دیا گیا تھا خاندان میں شامل ہونے کا۔کچھ عزت انہیں بھی مل گئی تھی۔

ان دنوں صدھم اپنی زندگی سے بہت خوش تھی۔اسے معلوم نہیں تھا کہ ’’رضا ہاوس‘‘ کیا ہے۔وہ اور زویا وہاں کیوں نہیں رہتے۔زویا وہاں جانے سے کیوں گھبراتی ہے۔اس نے کبھی یہ غور ہی نہیں کیا تھا کہ اس کے پاس کیا کیا ہے اور رضا ہاوس کے باقی بچوں کے پاس کیا کیا کچھ نہیں ہے۔پاپا کے ساتھ وہ کبھی کبھی وہاں چلی جایا کرتی تھی۔وہاں کا ماحول اس کے اپنے گھر کے ماحول سے بہت مختلف تھا۔دادا اور دادی کے علاوہ صرف ایک ہادی ہی تھا جو اس سے بات کرتا تھا۔گھر کے گیارہ بچوں میں وہ اکیلا تھا جو اسے اپنے کمرے میں لے جا کر کھیلنے کے لیے اپنے کھلونے دیتا تھا۔

اس کا اپنا گھر‘ ماما زویا کا گھر چھوٹا تھا مگر وہ اس کا اپنا تھا۔اسے زندگی جہاں سے ملی تھی اس نے وہیں سے اسے قبول کر کے گزارنا شروع کر دیا تھا۔زندگی اسے ویسی ہی پیاری تھی جیسی وہ اسے ملی تھی۔وہ زویا کی اکلوتی اور لاڈلی بیٹی تھی۔ان دونوں کے درمیان محبت حد سے سوا تھی......اور بس......اس سے زیادہ اسے کیا چاہیے تھا......

دادا پاپا سے زیادہ گھر آنے لگے ۔ وہ صدھم سے بہت پیار کرتے تھے ۔ اکثر اسے اپنے ساتھ گھمانے لے جاتے تھے ۔ وہ زویا کو بھی پسند کرنے لگے تھے ۔ ان تینوں کا تعلق بننے لگا تھا ۔

''تم نے ایسا کیوں زویا......'' ایک دن وہ زویا سے شکوہ کر ہی بیٹھے ۔ زویا ان کے آفس میں کام کرتی تھی ۔ احسن نے وہیں زویا کو پسند کیا تھا ۔

''وہ پاگل پن تھا پاپا......محبت کا پاگل پن ۔ نا احسن نے آپ لوگوں کا سوچا' نا میں نے اپنی فیملی کا ۔ آپ ناراض رہے تو میرے والدین بھی راضی نہیں رہے ۔ آپ دونوں کو چھوڑا تو سب چھوڑنا پڑا ۔ سکون' اطمینان' خوشی ۔ پتا نہیں پاپا انسان کو ایسا کیوں لگتا ہے کہ وہ فلاں چیز یا انسان کے بغیر مر جائے گا ۔ اگر کوئی مجھے سات سال بعد کی زندگی دکھا دیتا تو میں احسن سے شادی نہ کرتی ۔ میں ان سے اب بھی محبت کرتی ہوں لیکن صرف ان سے محبت میرے لیے پوری خوشی نہیں بن پا رہی......ان دنوں محبت کے لمبے لمبے فلسفے سیکھ لیے تھے ہم دونوں نے ۔ اب احسن کو میرے چھوٹے چھوٹے حقوق بھی یاد نہیں......ان دنوں مجھے لگتا تھا کہ سچ اگر دنیا میں کہیں بولا جا رہا ہے تو وہ صرف احسن کی زبان سے بولا جا رہا ہے...... مجھے معلوم نہیں تھا کہ کچھ سچ جھوٹ میں ڈھال دیئے جانے کے لیے بولے جاتے ہیں ۔''

''اپنے والدین سے ملا کرو ۔'' انہوں نے پیار سے کہا

''چلی جاتی ہوں کبھی کبھی ان سے ملنے ۔ بھائی تو دونوں امریکہ شفٹ ہو چکے ہیں ۔ شاید اماں ابا بھی ان دونوں کے پاس ہی چلے جائیں ۔'' اس نے اداسی سے کہا

''ابھی بھی وہ ناراض ہیں تم سے......؟''

''میں خود سے بہت ناراض ہوں ۔ جب میں گھر سے احسن کے لیے نکلی تھی تو اماں جوان تھیں ۔ اب جب جاتی ہوں ان سے ملنے تو وہاں ان کی جگہ ایک بوڑھی عورت ملتی ہے ۔ جو کھانستی ہے' بات کرتے کرتے رک جاتی ہے ۔ جو مجھے گلے سے تو لگاتی ہے لیکن ممتا کی گرمائش نہیں دیتی ۔ میری پیشانی تو چوم لیتی ہے لیکن اپنے لمس سے دُور رکھتی ہے ۔ جو میرا ہاتھ تو پکڑ لیتی ہے لیکن اپنا پکڑنے نہیں دیتی ۔''

تمہارے وہم ہیں سب زویا......

''پاپا میری ماں......وہ بھی میرے بعد گھر سے نکل آئی تھی ۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ ابھی بھی گمشدہ ہیں اور میں انہیں گھر میں ڈھونڈتی ہوں ۔ میں نے اب جانا ہے کہ انسان دنیا میں چاہے کوئی بھی گناہ کر لے لیکن ماں باپ کا دل دکھنے کا گناہ نہ کرے ۔ مجھے یقین ہوتا جا رہا ہے کہ یہ گناہ معاف ہوتے ہوتے بھی بڑی اذیتیں دے جاتا ہے ۔ معاف ہوتے ہوتے بھی یہ حقیقی معافی تک نہیں جا پاتا ۔''

''ایسے نہ سوچو زویا......تم اپنی صحت اور خراب کر لو گی......''

''پتا نہیں محبت کے نام پر ہم اپنی ساری غیرت کیوں بیچ دیتے ہیں ۔ کبھی مجھے اپنے چھوٹے بھائیوں سے بھی محبت تھی ۔ لیکن کسی بھی خونی رشتے کی محبت مجھے احسن کی ''محبت'' سے نہیں روک سکی ۔ میرے چھوٹے بھائی نے اماں سے کہا کہ کیوں گھسنے دیا انہوں نے مجھے گھر

میں......نکال باہر کرتے مجھے......اسی کی وجہ سے ہمیں عزت کی تلاش کے لیے ملک سے باہر آنا پڑا......''

''تم جانتی ہی ہو زویا کہ ہمارے معاشرے میں لڑکیوں کے ایسے اقدام کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا......انہیں معاف تو بالکل نہیں کیا جاتا......''

''پاپا وہ تو میرے بھائی ہیں' اتنا بڑا دل نہیں رکھتے...... مجھے تو اللہ بھی شاید ہی معاف کرے۔''

''انسان کے پیمانے پر اللہ کی رحم دلی کو نہ رکھو......تم بہت زیادہ سوچنے لگی ہو......''

''یہی تو مسلہ ہے پاپا...... جب سوچنا چاہیے تھا تب سوچا نہیں......آپ جانتے ہیں ہوا کیا تھا......میری آنکھوں کے سامنے احسن کا چہرہ آ گیا تھا۔انسان کے سامنے انسان ہی محبت میں ڈھل کر آ جائے تو اس کے حواس کھو جاتے ہیں۔وہ عقل سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔''

''احسن بہت لاپرواہ ہو گیا ہے تم سے......میں کرتا ہوں اس سے بات......''

''جب میں نے اپنی زندگی سے لاپرواہی برتی تو بدلے میں مجھے بھی لاپرواہی ملنی چاہیے۔''

''مجھے نہیں معلوم تھا کہ ایک ہنستی کھیلتی' شوخ و چنچل لڑکی اتنی جلدی خود پر ایسے بڑھاپا طاری کر سکتی ہے۔''

وہ تلخی سے ہنس دی۔''جوان تو وہ رہتا ہے جو خوش رہتا ہے۔''

''تو خوش رہا کرو نا......ہم ہیں تمہارے ساتھ زویا! پریشان مت ہوا کرو۔''

''اب تو صرف صدھم کے لیے پریشان رہتی ہوں......اس کا خیال رکھیں گے نا آپ؟

میں' تم اور احسن......ہم سب مل کر رکھیں گے اس کا خیال......اتنی مایوس کیوں ہو......

دل میں بڑے خوف چھپے بیٹھے ہیں پاپا......ناامیدی میرے دل پر قابض رہتی ہے......

صدھم سے باتیں کیا کرو......دیکھو کتنی چھوٹی سی ہے وہ اور کتنی پیاری باتیں کرتی ہے......سب ٹھیک ہو جائے گا زویا......

احسن رضا نے گھر آنا چھوڑ دیا تھا۔وہ گھر کے اخراجات کے لیے پیسے دینے آتے اور چلے جاتے۔اب ان کے لیے زویا کی بس اتنی ہی اہمیت رہ گئی تھی۔ویسے بھی آج کل وہ اپنی دوسری بیوی نورین سے محبت کر رہے تھے۔اور نورین کو ان کا یہاں آنا پسند نہیں تھا۔

زویا کی بیماری بڑھنے لگی تو ذاکر رضا انہیں ''رضا ہاوس'' لے آئے۔''رضا ہاوس'' جہاں صدھم کی چھوٹی چچی' احسن کی سابقہ منگیتر نرگس رہتی تھی۔اور اس کی سوتیلی ماں نورین بھی۔یہ دو لوگ ان دو لوگوں کو پسند نہیں کرتے تھے۔نورین نے دبا دبا اور نرگس نے کھل کر اعتراض کیا لیکن ذاکر رضا نے کسی کی نہیں سنی۔وہ اور کیا کرتے' احسن کو زویا کی کوئی فکر نہیں تھی۔زویا بیماری میں صدھم کے ساتھ اکیلی رہتی تھی۔اس حالت میں زویا کو اکیلا نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔

''کتنی بری جگہ تھی وہ...... جہاں ایک بیمار اور بیمار ہونے لگا تھا۔زویا ان دونوں کی نفرت برداشت نہیں کر سکی۔وہ خالی ہاتھ تھی۔اس کے پاس اپنا کچھ بھی نہیں تھا' شوہر بھی نہیں۔اگر احسن اب زویا سے اور محبت نہیں کر سکتے تھے تو خیال تو رکھ سکتے تھے نا۔راتوں کو زویا

تکلیف سے کراہتی تو اس کے پاس صرف صدھم ہوتی تھی۔احسن اپنی بیوی کے ساتھ ہوتے۔صدھم میں بھی اتنی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ وہ رات کے ان پہروں میں اپنے باپ کے کمرے کا دروازہ بجا کر انہیں اپنی ماں کے پاس لے آئے۔الٹا وہ خود بھی زویا کے ساتھ رونا شروع کر دیتی تھی۔

نرگس کو ان کا وجود گھر میں کسی صورت برداشت نہیں تھا۔وہ صدھم کے سامنے زویا کو یہ جتانے آجاتیں کہ یہ بیماری زویا کے کیے کی سزا ہے۔وہ گھر سے بھاگی ہوئی لڑکی تھی۔اسے چین کیسے مل سکتا تھا۔یہ انجام تھا اس گناہ کا جو زویا نے احسن کو نرگس سے چھین کر کیا تھا۔

انجام اس گناہ کو جس کی توبہ وہ رات دن کیا کرتی تھی......

''اللہ مجھ سے ساری نعمتیں چھین لے گو یہ اللہ کی شان نہیں لیکن میں یہ ہرجانہ دینے کے لیے تیار ہوں۔میں چاہتی ہوں وہ میرے جسم' میرے سکون' میری روح سے ہر طرح کا ہرجانہ لے لے اور بدلے میں اس تکلیف کو کم کر دے جو میرے ماں باپ نے جھیلی۔روز ازل جب والدین سے ان کے فرائض کے بارے میں پوچھا جائے گا تو وہ میرے والدین سے میرے گناہ کا سوال نہ کرے کہ میں ایسی تنزیلی کا شکار کیوں ہوئی۔ان سے کہاں کوتاہی ہوئی کہ میں نے ایسی غلطی کی۔میں ایک عرصہ خود کو یہ تسلی دیتی رہی ہوں کہ میں نے نکاح کیا ہے۔شرعی حکم پورا کیا ہے' میری کوئی غلطی نہیں۔اور ایک عرصہ مجھے یہ تسلیاں درکار رہیں کہ شرعی کاموں میں ایسی بے سکونیاں نصیب نہیں ہوتیں۔

دنیا کے کسی بازار سے اگر مل سکتا تو میں گزرا وقت لے آتی اور پھر اس وقت میں ایک نصیحت لکھ کر اپنے پاس رکھ لیتی کہ ''جس چیز کی چاہت سمندری طوفان کی حیثیت اختیار کر لے اسے چھوڑ دینا چاہیے۔کشتی ڈوبنے سے یا پاش پاش ہونے سے بچ بھی گئی تو بے سمت ہونے سے نہیں بچے گی۔'' زویا رات دن روتے روتے یہی کچھ بڑبڑاتی رہتی۔

''کتنی بار احسن سے کہہ چکا ہوں کہ تمہارا خیال رکھا کرے......'' زاکر رضا شرمندہ ہوتے

''وہ میرا خیال نہ رکھیں لیکن صدھم تو ان کی بیٹی ہے......اس کی ضرورتوں میں' محبت اور توجہ بھی شامل ہے......''

''تمہارے پاس لاتا ہوں احسن کو......سمجھاتا ہوں اسے......''

''انہیں صرف صدھم کے لیے سمجھا دیں پاپا......صدھم کو اپنے سینے سے لگالیں وہ......''

بیٹی ہے احسن کی زویا......کیسی باتیں کرتی ہو......باپ کی محبت ایسی ہی ڈھکی چھپی ہوتی ہے......

کاش ایسا ہی ہوتا لیکن اوصاف کے لیے احسن کی محبت ڈھکی چھپی نہیں ہے۔میرے لیے اوصاف بھی صدھم جیسی ہی ہے لیکن احسن کے لیے صدھم اوصاف جیسی نہیں ہے......

کچھ بچے لاڈلے بھی تو ہوتے ہیں......

وہ صدھم کو لاڈلی نہ رکھیں لیکن اس سے پیار تو کریں......کیا میری محبت کے ساتھ میری اولاد کی محبت بھی ختم ہوگئی ان کے دل سے؟

''احسن ایسا ہی رہا ہے......جتنا ضدی اتنا ہی غیر یقینی......پہلے ضد سے نرگس سے منگنی کی پھر تم سے شادی کر لی۔''

''کاش میں بھی یہ جان جاتی کہ احسن اتنے غیر یقینی ہیں تو ان کی محبت پر اتنا یقین نہ کرتی......''

زویا نے لمبا گہرا سانس لیا۔اس کے پاس کہنے اور ثابت کرنے کے لیے بہت کچھ تھا۔لیکن وہ جان چکی تھیں کہ جس امتحان میں وہ پہلے سے ہی ناکام قرار دی جا چکی تھیں اس امتحان کو دلائل سے ''پاس'' کرنے کی کوشش بھی ناکارہ قرار دی جائے گی۔احسن کو اپنی زندگی میں واپس لانے سے زیادہ انہیں صدھم کو ''رضا ہاوس'' میں مستحکم کرنے کی فکر تھی۔انہیں صدھم کے مستقبل کی فکر تھی۔

''اسے میری درخواست سمجھ لیں یا منت' میں ہاتھ جوڑنے کے لیے بھی تیار ہوں۔صدھم آپ کا ہی خون ہے پاپا۔'' ہاتھ جوڑ لینے کے لیے تیار زویا نے پاپا اور ان کے ساتھ کھڑے عقیل کو دیکھا۔

''صدھم ہمارا خون ہے تو تم بھی ہماری بہو ہو۔تم اتنی فکر مند کیوں ہو زویا۔ابھی وہ صرف تیرہ سال کی ہے۔ہم ہیں نا...... تمہیں بھی اللہ سلامت رکھے اور احسن کو بھی' اتنی فکر نہ کرو...... اتنا ہلکان نہ کرو خود کو۔تمہیں کوئی موزی مرض نہیں ہے۔تم خواہ مخواہ کی ٹینشن لینا چھوڑ دو بس۔سوچ سوچ کر تم نے اپنی صحت تباہ کر لی ہے۔ڈاکٹرز بار بار کہتے ہیں کہ خوش رہا کرو۔''

''ناقدری سے بڑھ کر کون سا مرض مہلک ہوگا۔بس آپ مجھے مطمئن کر دیں۔تیرہ سے اٹھارہ اور اٹھارہ سے بیس بائیس کا ہونے میں کتنا وقت لگے گا پاپا۔میری ایک ہی بیٹی ہے۔آپ سے کیسے کہوں کہ اس کی کتنی فکر ہے۔اس کے اکیلے رہ جانے کے خیال کا درد بے جان لیوا ہے۔اس درد کی دوا مجھے کرنے دیں۔مجھے دلی سکون دے دیں......''

دادا نے عقیل کی طرف دیکھا۔

''مجھے کوئی اعتراض نہیں۔'' عقیل فوراً بولے۔وہ احسن سے چھوٹے تھے اور مزاج میں ان سے بہت مختلف تھے۔وہ حالات سے سمجھوتا کر لیتے تھے اسی لیے احسن کی منگیتر نرگس سے بھی شادی کر لی تھی۔

''میرے تین بیٹے ہیں...... جس کے لیے چاہیں ہاں کر دیں بھابھی کو۔''

زاکر رضا نے کچھ دیر تک سوچا۔''زمان اور شرجیل تو کافی بڑے ہیں صدھم سے...... ہادی ٹھیک ہے۔''

نرگس مجھے پسند نہیں کرتی لیکن صدھم احسن کا خون ہے۔پاپا آپ اس بات کا خیال رکھیے گا' وہ احسن کی بیٹی ہے۔''

''ہادی اور صدھم کا رشتہ پکا سمجھیں بھابھی۔نرگس کی فکر نہ کریں۔وقت کے ساتھ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ہمارے خاندان کا حصہ ہے صدھم' میرے بھائی کی اولاد ہے۔'' عقیل نے زویا کو ہر طرح سے تسلی دینی چاہی

''مجھ سے وعدہ کریں۔'' زویا نے التجائیہ کہا

''میرا وعدہ ہے بھابھی...... صدھم ہماری ہی بیٹی بنے گی۔اگر آپ چاہیں تو نکاح کر لیتے ہیں۔''

نہیں نہیں! مجھے اعتبار ہے آپ پر۔بچے ابھی چھوٹے ہیں' نکاح ٹھیک نہیں رہے گا' بس آپ کی زبان کافی ہے۔''

لیکن یہ زبان کافی نہیں رہی......

تین دن بعد زویا کا انتقال ہو گیا اور صدھم اکیلی رہ گئی۔ایک وقت میں اس کے پاس ایک ہی کیوں ہوتا تھا۔ماں تھی تو ہادی نہیں تھا۔ہادی ملا تو ماں نہیں رہی اور اب ہادی وہ بھی......

''اپنی چیزوں کا خیال رکھتے ہیں' ان سے پیار کرتے ہیں' رشتوں کا احترام کرنا۔''

زویا نے اسے اچھی طرح سے ہادی اور اس کے رشتے سے متعلق بتا دیا تھا۔وہ ہادی سے زویا کی طرح ہی محبت کرنی لگی۔اس نے زویا والی غلطی نہیں دہرائی تھی۔نہ اس نے کسی اور کی طرف دیکھا تھا نہ کسی اور کے بارے میں سوچا تھا۔ہادی کے ساتھ اسے اپنے رشتے کا پورا پورا احساس تھا۔

''ہادی کو میری امانت سمجھ لو صدھم' خیانت نہ کرنا کبھی' جیسے میں نے اپنی ماں سے کی تھی۔اس کے علاوہ کسی اور کی طرف نہ دیکھنا۔''

اس نے امانت میں خیانت کی نہ کسی اور کی طرف دیکھا......ایک صرف ہادی......صرف ہادی......

''تمہاری اس گھر میں اتنی ہی حیثیت ہے کہ تم احسن کی بیٹی ہو اور تم اتنی ہی بے وقعت ہو جاتی ہو کیونکہ تمہاری ماں زویا ہے۔ہادی سے شادی ہو جائے گی تو تم معتبر ہو جاؤ گی۔خاندان کے ساتھ جڑ کر رہو گی تو ٹھیک رہو گی۔ورنہ زویا کی طرح اکیلی اسپتال میں بستر پر پڑی موت کی آمد کی چاپ سنو گی۔''

وہ خاندان کی حیثیت کو اچھی طرح سے سمجھ گئی تھی۔اس کا خاندان ہادی تھا۔اس کی زندگی' اس کی ماں کی پسند' اور اس کا ہونے والا شوہر۔وہ اس سے محبت میں حدیں پار نہ کر دیتی تو کیا کرتی......وہ اس کے نام کے ساتھ سانس نہ لیتی تو مر نہ جاتی......

ایک دن وہ اپنے کمرے میں بیٹھی رو رہی تھی کہ ہادی وہاں سے گزرا۔اسے روتا دیکھ کر وہ اندر آ گیا۔وہ زویا کی وفات کے آٹھ ماہ بعد کا وقت تھا۔پہلے وہ خاموش کھڑا اسے دیکھتا رہا پھر اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

''اب بس کرو رونا صدھم......''

اس نے اسے اپنے ساتھ لگا کر اتنے پیار سے کہا اور ہاتھ سے اس کے آنسو صاف کیے کہ صدھم نے بیچ میں رونا بند کر دیا۔وہ اس کے سینے کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی۔اسے ایسا لگا جیسے وہ زویا کے سینے کے ساتھ لگی ہو۔وہ محبت جو کھو گئی تھی وہ اسے پھر سے حاصل ہو گئی۔وہ پناہ جو وہ ڈھونڈتی پھرتی تھی وہ ہادی کے سینے سے لگتے ہی میسر آ گئی۔کتنی ہی دیر وہ ہادی کے سینے پر اپنے آنسو بہاتی رہی۔

''میرے کمرے میں اتنی ساری گیمز رکھی ہیں' جاؤ اور جا کر ان سے کھیلو لیکن ایسے مت رؤ......مجھے اچھا نہیں لگتا......کیا تمہیں اچھا لگتا ہے......؟؟''

''نہیں......مجھے بھی اچھا نہیں لگتا رونا......''

''بس پھر ٹھیک ہے اب رونا نہیں......آؤ دادا سے کہتے ہیں وہ ہمیں آئسکریم کھلا کر لائیں......''

اسے ساتھ لے کر وہ دادا کے پاس آ گیا۔وہ تینوں ساتھ مل کر آئسکریم کھانے گئے۔اور پھر زویا کو یاد کر کے وہ دوبارہ روئی ضرور مگر

اکیلے رہ جانے کے شدید غم سے نہیں۔ وہ اپنے آنسو صاف کر لیتی تھی کیونکہ ہادی کو اچھا نہیں لگتا تھا اور جو ہادی کو اچھا نہیں لگتا تھا وہ اسے بھی اچھا نہیں لگتا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ ہادی کو یہ لگے کہ وہ اس کی بات نہیں مانتی۔ وہ ہادی کی ہر بات ماننا چاہتی تھی۔ وہ تو ہادی سے ہر بات بھی کرنا چاہتی تھی لیکن وہ جھجک جاتی تھی۔ کچھ نرگس کا خوف تھا کہ وہ آتے جاتے ہادی کو اٹھتے' بیٹھتے' سوتے' جاگتے تو دیکھ لیتی تھی لیکن اس کے قریب نہیں جاتی تھی......لیکن ایک دن یہ خوف بھی جاتا رہے گا......کوئی وقت سے پہلے ہی آپ کو بتا جائے کہ آپ کو انعام میں کیا ملنے والا ہے تو وقت کٹتا ہی نہیں......وہ ہادی' اپنے انعام' کے ملنے کے دن کے انتظار میں وقت کو بمشکل کاٹ رہی تھی......

رضا ہاوس میں چار خاندان آباد تھے۔

تایا جی......احسن......عقیل......اور صدھم......وہ اکیلی ہی الگ خاندان بناتی تھی کیونکہ وہ زویا کی بیٹی تھی۔ سب اپنے اپنے الگ خاندان کے ساتھ مکمل تھے جبکہ وہ زویا کے بغیر بالکل ادھوری تھی۔ اور اوصاف پورے ''رضا ہاوس'' کو مکمل کرتی تھی۔۔ اوصاف جگمگاہٹ تھی اس گھر کی۔ وہ احسن کی جان تھی' دادا کی باربی' تایا کی کرکٹ ٹیم کی کیپٹن' پھوپھو کے بچوں کی سنڈریلا' وہ اوصاف تھی......سب کے لیے سب کچھ تھی...... ہر خوبی' ہر صفت' ہر رنگ لیے......

اس کی آنکھیں گہری سبز تھیں' بے حد سفید رنگت' سنہری اور ڈراک براون بال تھے۔ وہ انسانوں کے لیے بنائی گئی پری تھی۔ تایا جی کی عریشہ اسے خاص طور پر تیار کروا کر اپنے کالج فنکشن میں لے کر جاتی تھی۔ پھوپھو کے بڑے بیٹے فرید نے اس کا پورٹ فولیو بنوایا اور ایڈ کمپینز میں کڈز ماڈلنگ کے لیے بھیج دیا اور پھر اوصاف نے ملک اور بیرون ملک کے کئی نامور برانڈز کے اشتہارات میں کام کیا۔ وہ ایک ایمبیسڈر کڈ بن گئی تھی۔ جب وہ لوگ گھومنے کے لیے جاتے تھے تو لوگ روک روک کر اس کی تصویریں بناتے تھے۔ اس کے لیے ساری تعریفیں کم تھی' اس پر ساری تعریفیں ختم تھی۔ وہ اس گھر میں موجود ہر شخص سے زیادہ خوبصورت تھی......وہ بے انتہا خوبصورت تھی......

اوصاف باربی ڈول......ماڈل کڈ......فینس سنڈریلا......

اتنا سب کچھ اور پھر ہادی بھی۔ وہ سب کا سب کچھ لے لیتی اس کا صرف ایک ہادی چھوڑ دیتی۔ پاپا کی ساری محبت اس کے پاس تھی' اس کی محبت چھوڑ دیتی......

سب لڑکیاں لاہور کالج جاتی تھیں۔ صدھم بھی وہی گئی مگر اوصاف کو لمز جانا تھا......کیوں......کیونکہ وہاں ہادی تھا......دادا اسے وہاں بھیجنا نہیں چاہتے تھے انہیں وہاں کا ماحول پسند نہیں تھا۔ مگر ہادی کو جانا تھا تو اوصاف کو بھی جانا تھا۔ وہ ہر اس جگہ موجود ہوتی جہاں ہادی موجود ہوتا تھا۔ خاندان بھر میں ان کی دوستی مشہور تھی۔

ان دونوں کی دوستی نہ جانے کب شروع ہوئی۔ تب جب ہادی اسے بے بی کار میں بٹھا کر لان کی سیر کرواتا یا اس کے ساتھ کرکٹ اور والی بال کھیلتا۔ شاید تب جو وہ اسے بائیسکل چلانا سکھاتا تھا اور تب جب دونوں دادا کی کار چپکے سے ان سے پوچھے بغیر لے جانے لگے۔ اسی وقت سے دونوں سب ساتھ ساتھ کرنے لگے تھے......وہ ساتھ ساتھ رہتے......ساتھ ہی ہو گئے......

کالج جانے سے پہلے ان دونوں میں پہلی بار لڑائی ہوئی تھی۔لڑائی کی وجہ وہ لڑکیاں تھیں جو ہادی سے فری ہونے کی کوشش کر رہی تھیں۔یہ وہ لڑکیاں تھیں جو ہادی کے میوزک بینڈ کے تیسرے کنسرٹ میں آئی تھیں۔لڑائی کی اس وجہ نے صدھم کو پریشان نہیں کیا تھا۔وہ صرف اتنا جانتی تھی کہ ہادی کسی کے بھی ساتھ رہے' ہے وہ اسی کا۔کیوں ہے اس کا؟ کیونکہ عقیل انکل اسے دے چکے ہیں۔ان دونوں کی منگنی ہوچکی ہے' جلد ہی ان کی شادی ہو جائے گی' اور وہ ہر دعا میں اسے مانگتی ہے۔اسے ضرورت نہیں تھی کہ وہ ہر وقت ہادی کا پہرا دیتی رہے۔اتنا ضرور تھا کہ وہ اسے دیکھنے' اس سے بات کرنے کے موقعے تلاشتی رہتی تھی' اس کے اوقات کار سے اپنا دن گزارتی تھی۔

دو بجے کالج سے آنے کے بعد وہ بمشکل دس پندرہ منٹ تک اپنے کمرے میں رہتا۔پھر وہ گھر میں ہی اپنے بنائے اسٹوڈیو میں چلا جاتا جہاں وہ شام تک رہتا۔پھر وہ اپنے دوستوں کے ساتھ نکل جاتا اور رات گئے ہی واپس آتا۔اس کے کمرے میں جانے' کمرے سے باہر آنے' گھر آنے اور گھر سے جانے تک کا ہی وقت اور موقع ہوتا تھا جب وہ اسے دیکھ سکتی تھی۔رات بارہ' ایک' دو' تین' جب تک وہ واپس نہیں آجاتا تھا وہ اپنے کمرے کے ٹیرس میں ہی ٹہل ٹہل کر اس کا انتظار کرتی رہتی تھی۔اس کے پاس اور کرنے کے لیے تھا ہی کیا' کالج اور گھر......یا دادا کی لائبریری۔

❀ ❀ ❀

اچھے لوگ اس کی زندگی سے کم ہوتے گئے۔زویا کے جانے کے ٹھیک دو سال بعد دادی کا بھی انتقال ہوگیا۔جو اس کا زویا کی طرح ہی خیال رکھتی تھیں۔ان کے جانے سے وہ اور تنہا ہوگئی۔گھر میں ایک وہی سب سے زیادہ دکھائی دیتی تھی۔سب سے زیادہ فارغ رہتی تھی۔اس کے پاس پڑھنے کے علاوہ کوئی مصروفیت نہیں تھی۔گھر میں صرف ایک نرگس تھی جو کبھی بھی' کسی موقعے پر بھی اسے مخاطب نہیں کرتی تھی۔وقت گزر گیا تھا مگر ان کا رویہ نہیں بدلا تھا۔نورین صرف ضرورت کے وقت بات کرلیا کرتی تھیں۔وہ بھی دادا اور پاپا کو دکھانے کے لیے۔

ان دونوں کے علاوہ گھر میں اور کوئی اس کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں کرتا تھا۔ہادی اسے بھی اپنے ساتھ کنسرٹ پر لے جاتا تھا۔اوصاف زبردستی اسے آؤٹنگ کے لیے لے جاتی تھی' دوسرے کزنز بھی اس سے کافی فرینڈلی تھے' اسے اپنے ساتھ ساتھ رکھنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔وہ جانتی تھی کہ اس میں ایسا کچھ نہیں ہے کہ اسے خاص اہمیت دی جاتی۔وہ اوصاف کی طرح خوبصورت نہیں تھی مگر عریشہ اور امثال کی طرح پیاری تھی۔وہ کسی بھی وجہ سے چونکاتی یا حیران نہیں کرتی تھی' وہ کر ہی نہیں سکتی تھی۔وہ نہ ایسے بات کرسکتی تھی کہ دوسروں کو اپنا گرویدہ کر سکے' نہ ہی اس کی شخصیت ایسی تھی کہ دوسروں کو اپنے سحر میں جکڑ لے۔وہ بہت عام نہیں تھی تو بہت خاص بھی نہیں تھی......وہ ایک سیدھی سادی اپنی دنیا میں مگن لڑکی تھی......اپنی دنیا......ہادی کی دنیا گم......

تایا جی نے بڑے بیٹے انس اور بیٹی عریشہ کی شادیاں ایک ساتھ کیں تو پہلی بار اس نے ہادی سے فرمائش کی۔

''پلیز میرے ساتھ ایک تصویر بنوالیں۔''

کیوں نہیں......آؤ ادھر......''

ہادی نے اس کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھ لیا اور اسے اپنے قریب کر لیا۔محبت کا یہ پہلا لمس تھا جو اس نے ہادی کی طرف سے وصول پایا۔اس لمس نے اس کے سارے جسم کو پہلے ناسور بنا دیا اور پھر اسے لگا کہ اس لمس سے بہار کی آمد کی چاپ اس کے پورے جسم نے سننی شروع کر دی ہے......اسے اپنا آپ معطر ہوا لگا......آئینے میں اس نے ایک نئی صدھم کو دیکھا......خوبصورت صدھم کو......ہادی کے رنگ میں پوری کی پوری رنگی صدھم کو......

❊ ❊ ❊

کیا تم جانتے ہو محبت کیا ہوتی ہے؟ کیا تم نے کبھی ایسی محبت کا ذائقہ چکھا ہے جس کی سطح گلابی ہو اور پرتیں گلابی تر......''

صدھم کے گال آنسوؤں سے بھیگ چکے تھے۔اس کی آنکھوں کا رنگ گلابی ہو چکا تھا اور انہی آنکھوں کی برتیں گلابی تر تھیں۔

''صدھم میں تو اس محبت کو جانتا ہوں جس کی سطح ''ایمان'' ہے اور جس کی برتیں ''ایمان'' سے تر......

صدھم نے رخ موڑ کر کسی قدر تنفر سے اسے دیکھا۔''تم انسانی معاملات میں اللہ کو کیوں لا رہے ہو؟

''تم اپنے اور اللہ کے درمیان ''انسان'' کو کیوں لا رہی ہو......؟''

صدھم کی آنکھوں میں قید سارے پانی میں جھل تھل ہونے لگی اور وہ سسک کر رہ گئی۔

''تم نے ایک انسان کو اپنے لیے'' خدا'' بنا لیا ہے۔اس کی محبت کو اپنے لیے وبال بنا لیا ہے۔محبت جب وبال بن جاتی ہے صدھم تو وہ محبت نہیں رہتی......صرف ایک خواہش......ایک انسانی جذبہ بن جاتی ہے......جذبے جب اپنی تعریف اور ترکیب بدل دیں تو اپنے فیصلے بدل دینے چاہیے......

تم مجھے میرے فیصلے سے بھٹکا نہیں سکتے......

بھٹکا تو تم خود رہی ہو خود کو......

اگر اسے بھٹکنا کہتے ہیں تو مجھے راست راستوں کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔میں اوصاف کو ضرور اس کے انجام تک لے جاؤں گی۔اگر موت ہی برحق ہے......میری محبت یا اوصاف کی روح کے لیے......تو میں اس کی روح کے لیے کا انتظام لے کر جاؤں گی۔''

❊ ❊ ❊

اوصاف اپنا موبائل اچھالتی دادا کی لائبریری میں آئی۔ڈیڈ! کیا میں آپ کو ایک بات بتاؤں۔بات سن کر آپ مجھے بتائیں گے کہ آپ اس کا اعلان کریں گے یا میں کروں......یا اس کے لیے کچھ اور سوچنا چاہیے؟'' وہ مسکرا رہی تھی

''بات بتاؤ......اعلان کا فیصلہ بعد میں کریں گے......'' دادا مسکرائے

اس عید سے پہلے مجھے ہادی سے شادی کرنی ہے' آپ کو بتا دیا ہے باقی سب کو آپ بتا دیں۔'' اس نے اس طرح کہا جیسے کالج ٹرپ پر جانے کی بات کر رہی ہو۔

ریک سے کتابیں نکالتے صدھم کے ہاتھوں کی جان جاتی رہی۔سب کتابیں زمین پر آ گریں۔

''اوہ......صدھم! اوصاف نے گردن موڑ کر اسے دیکھا ''تم یہاں ہو؟ آجاؤ تم بھی......مل کر طے کرتے ہیں......''

اوصاف کا چہرہ سیاہ تھا۔اس کی آنکھیں خون رنگ۔آج سے پہلے اسے کبھی اوصاف اس طرح بدصورت نہیں لگی۔

''اوصاف!'' دادا کا چہرہ غصے سے لال ہوگیا۔

ڈیڈ......؟؟ اوصاف نے حیران نظروں سے انہیں دیکھا کہ وہ اتنا غصہ کس لیے کر رہے ہیں

پاپا! مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔'' نورین بھی وہیں آگئی۔

''تم جاو اوصاف۔'' دادا نے کہا

''میں چلی جاتی ہوں لیکن مجھے یہ کیوں لگ رہا ہے کہ جیسے آپ کو میری بات بہت بری لگی ہے......؟

تم جاؤ......نورین اسے یہاں سے جانے کے لیے کہہ دو......'' دادا کے لہجے کی سختی بڑھنے لگی

اوصاف حیرت سے دادا کو دیکھنے لگی۔''لیکن ڈیڈ......وہ......؟''

''جاؤ یہاں سے......سنا نہیں تمہارے دادا کیا کہہ رہے ہیں۔'' نورین نے جھنجھلا کر کہا

نہ چاہتے ہوئے بھی اوصاف وہاں سے چلی گئی۔صدھم کو بھی جانا پڑا لیکن پیچھے سے جا کر وہ لان کی کھڑکی کے ساتھ کان لگا کر کھڑی ہوگئی۔

''پاپا جسٹس امتیاز کے بیٹے کا پرپوزل آیا ہے......اوصاف انکار کر رہی ہے۔''

''تم انہیں ہاں کہہ دو۔'' دادا فوراً بولے

''میں انہیں فوراً ہاں کہہ دیتی مگر اوصاف کہہ رہی ہے ہادی......

''یہ ہادی کا نام بھی نہیں لے سکتی......ہادی میں زویا کو دے چکا ہوں' صدھم کے ساتھ اس کا رشتہ طے ہے۔''

حیرت کی زیادتی سے کتنی ہی دیر تک نورین سے کچھ بولا ہی نہیں گیا۔ٹھیک ہے زویا کی بیٹی کو اس گھر میں سب کچھ ملا۔اتنا کچھ مل جائے گا اسے' انہیں معلوم نہیں تھا۔

''کہاں صدھم......کہاں ہادی......'' چڑ کر وہ طنز کر ہی گئیں۔

''اپنی بیٹی صدھم کے لیے ہی کہہ رہی ہو نا نورین؟'' دادا بھی طنزیہ بولے

''وہ زویا کی بیٹی ہے۔'' وہ اور برا مان گئیں۔ایسے جیسے مرنے والی زویا نے مر کر بھی انہیں ایک طمانچہ دے مارا ہو۔ان کی بیٹی اوصاف کا انتخاب ہادی' زویا کی بیٹی صدھم کے لیے پہلے سے ہی طے کیا جا چکا تھا۔کہاں اوصاف کی پسند اور کہاں صدھم کا نصیب۔وہ بل کھا کر رہ گئیں۔

''احسن کی بیٹی ہے زویا......تم ماں ہو اس کی سوتیلی ہی سہی......''

''پھر احسن جانیں اور آپ جانیں۔'' وہ اتنا ہی کہہ سکیں اور چلی گئیں۔

کھڑکی سے اندر کی گفتگو سنتی صدھم بھی اطمینان سے چلی گئی۔اس رات وہ اطمینان سے سوئی' ورنہ اسے بے چینی لگی رہتی تھی کہ کوئی اس گھر میں ان دونوں کے رشتے کا نام ہی نہیں لیتا۔اب دادا نے لیا تو نورین کی زبان سے سب کو معلوم ہو جائے گا اور ایسا ہی ہوا۔

نرگس کو معلوم ہو گیا......اور وہ پہلی بار اس کے کمرے میں آئیں۔

''خون کا اثر بھی کبھی مرا ہے......زویا مر گئی تو کیا ہوا......سب سیکھا گئی ہے وہ تمہیں۔''

صدھم کو بہت دکھ ہوا ان کے انداز پر......مرے ہوئے لوگوں کو کوئی ایسے یاد کرتا ہے' ایسے یاد کرواتا ہے......

''تمہاری ماں کو تو میں نے اس گھر میں گھسنے دیا تھا' تمہیں اپنے بیٹے کی زندگی میں کسی قیمت پر نہیں گھسنے دوں گی۔''

صدھم کی آنکھیں ڈبڈا گئیں۔بے بسی' لاچاری اور شدید دکھ کی کیفیت نے اسے نڈھال کر دیا۔

رات کو نرگس آنٹی اور دادا کی باتیں اس نے چھپ کر سنیں۔

''جب احسن نے مجھ سے اپنا رشتہ ختم کیا تو آپ نے مجھ سے آ کر کیا کہا تھا......'' وہ غصے میں تھیں مگر تحمل سے ہی بولیں۔

دادا گڑبڑا گئے۔

''میں یاد دلاتی ہوں آپ کو۔آپ نے کہا تھا۔''تم پر ظلم ہوا ہے۔پر یہ ظلم احسن نے تم پر کیا ہے۔چاہو تو اس کی سزا مجھے دے لو......''

''ہاں! میں نے کہا تھا......''

''کیا میں نے آپ سے کچھ کہا......آپ عقیل کے لیے میرا رشتہ لائے اور میں نے آپ کا مان رکھا۔''

''میں جانتا ہوں۔'' وہ شکست خوردہ سے بولے

تو آج آپ مجھے اس کی سزا کیوں دے رہے ہیں۔آپ جانتے ہیں' میں زویا' اس کی بیٹی سے کتنی نفرت کرتی ہوں۔پھر آپ نے ہادی کے ساتھ اس کا رشتے کیسے طے کر دیا' آپ نے ایسا سوچا بھی کیسے۔''

''یہ رشتہ عقیل نے طے کیا تھا۔'' انہوں نے بودی سی دلیل دی۔

''عقیل سے یہ رشتہ آپ نے طے کروایا ہے......آپ دونوں کی مرضی سے ہوا ہے یہ سب......''

''میرا فیصلہ غلط نہیں ہے بیٹا......کیا تمہارے لیے عقیل کا میرا فیصلہ غلط تھا' کیا عقیل نے تمہیں خوش نہیں رکھا۔صدھم بہت اچھی لڑکی ہے نرگس' پھر وہ بن ماں کی بچی ہے......''

''وہ زویا کی بیٹی ہے۔''

''وہ احسن کی بیٹی ہے۔'' دادا نرمی سے بولے

''مجھے یہ یاد نہیں کہ اس کا باپ کون ہے' اس کی ماں کون ہے مجھے یہ نہیں بھولتا......''

''بھول جاؤ پرانی باتوں کو......''

بھول جاتی اگر صرف بات ہوتی' میری بے عزتی تھی وہ......اس عورت کے لیے مجھے ٹھکرایا گیا۔''

پرانے زخم اس وقت تک رستے رہتے ہیں جب تک ان پر معافی کی مرہم نہ لگا دی جائے۔صدھم کا کوئی قصور نہیں تھا اس سب میں۔''

میرا بھی کوئی قصور نہیں تھا۔میں کسی صورت زویا اور اس کی بیٹی کو معاف کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔آپ کچھ بھی کہیں لیکن صدھم کے لیے میری ناں ہاں میں نہیں بدلے گی۔'' وہ تن کر کھڑی تھیں۔

''ایسا انداز نہ اپناؤ نرگس! اٹل فیصلے صرف اللہ کے ہوتے ہیں۔جب انسان بے جا ضد پر آ جاتے ہیں تو اللہ کی ناراضی کا سامنا کرتے ہیں......اللہ کو راضی کرنے کی تدبیر کرو......''

''اس معاملے میں میں مجبور ہوں پاپا......پلیز مجھے مجبور مت کریں۔'' لفظ اللہ پر وہ کچھ شرمندہ سی ہوئیں۔

''نفرت کا یہ کیسا رشتہ ہے جو ہم ہمیشہ بنائے رکھنا چاہتے ہیں۔'' وہ دکھ سے بولے۔

''یہ میرے اختیار میں نہیں پاپا......''

''کیا بلاوجہ کی نفرت گناہ نہیں؟ بن ماں کی بیٹی ہے وہ' تمہیں اس پر ترس نہیں آتا۔کیسے چھپ چھپ کر روتی رہتی ہے کیا تمہیں دکھائی نہیں دیتا۔جو گناہ اس نے نہیں کیا اس کی سزا اسے کیوں دے رہی ہو۔تم نے احسن کی باقی اولاد کو بھی تو اپنا لیا ہے تو صدھم کیوں نہیں۔ تمہیں اوصاف پسند ہے لیکن صدھم نہیں' صرف اس لیے کہ صدھم زویا کی بیٹی ہے۔صدھم تمہاری اور ہماری بیٹی ہے نورین۔کیا تم نے سنا نہیں کہ بیٹیاں سب کی سانجھی ہوتی ہیں۔تمہاری بھی ایک بیٹی ہے' وقت اور موت کسی کو نہیں چھوڑتے......آج ہم ہیں کل نہیں ہوں گے...... پھر......وقت بدلنے میں وقت ہی کتنا لگتا ہے......وقت بدلنے سے پہلے آؤ اپنے فیصلوں کو بدل لیں......نہ میں نے احسن کی ایسی تربیت کی تھی نہ باقی اولاد کی کہ وہ ایسے بے رحم ہو جائیں۔میں نے ایسا رزق تو کبھی نہیں کمایا کہ وہ تم لوگوں کے دل اتنے سخت کر دیں کہ اس میں سے نفرت کا گزر تو ہو لیکن رحم دلی کا نہیں......''

دادا کی ان باتوں نے نرگس پر عجیب اثر کیا۔وہ خاموش ان کی طرف دیکھنے لگیں۔

''جن کی اپنی بیٹیاں ہوں۔ان کے دل تو بہت نرم ہوتے ہیں۔کیا یہ کم ہے کہ اس کی ماں نہیں ہے' اور وہ کتنے دکھوں کی مستحق ہے۔ اتنے بڑے غم کے بعد اور کتنے غموں پر اس کا حق بنتا ہے۔''

نرگس خاموش ہو گئیں۔لفظ موت نے ان پر گہرا اثر کیا تھا۔ہاں! یہ ایک موت ہی ہے جو سب سے بڑا غم ہے ان کے لیے جو زندہ رہ جاتے ہیں۔وقت اور موت کسی کو نہیں چھوڑتے......وقت گزر جاتا ہے اور موت آ ہی جاتی ہے۔اور پیچھے رہ جانے والے کتنے تنہا رہ جائیں گے ''مر جانے'' والے نہیں جان پائیں گے۔

''وہ نہیں مان رہی پاپا'' نورین پھر ان کے پاس موجود تھیں۔

''بلا وا سے......اور تم جاو......''

''یہ سب انکار اور تکرار کیوں ڈیڈ؟'' وہ آتے ہی حیرانی سے بولی۔

جسٹس امیتاز کی طرف سے آنے والا......

''آنے والا یا جانے والا' مجھے نہیں معلوم کرنا۔ان کی دولت' رتبہ' کم آن ڈیڈ...... مجھے عہدے مت گنوائیں۔کیا ہو گیا ہے آپ کو......آپ چاہتے ہیں میں صاف صاف بات کروں تو سنیں......میں بے حد...... بے حد اور بے حد محبت کرتی ہوں ہادی سے۔کیا اتنا کافی ہے یا اور بتاؤں......میں نے تو سوچا تھا آپ سب لوگ خوش ہوں گے۔آپ سب کو لگتا تھا کہ میں ضدی ہوں اور اپنی مرضی کروں گی اور نہ جانے وہ ''اپنی مرضی'' کس طرح کی ہو گی۔اب ہادی کا کہہ دیا ہے تو......ایسا کیوں کر رہے ہیں جیسے میں نے کوئی غلط بات کہہ دی ہو؟''

''نورین......'' وہ دھاڑے۔اوصاف ڈر گئی۔

''لے کر جاو اس بے شرم کو یہاں سے۔''

ان کی بات پر اوصاف حیرت سے انہیں دیکھنے لگی۔حیرت سے ہی صدھم بھی اسے دیکھنے لگی۔اوصاف کی اتنی جرات کہ وہ ہادی کے بارے میں سوچنے لگی۔دادا کا انداز اسے اچھا لگا۔وہ جانتی تھی ایسے ہی کسی انداز میں ہادی اوصاف کو جھڑک دے گا۔

''نہ جانے آپ کیا سمجھ رہے ہیں۔''اوصاف وہیں کھڑی تھی۔میں نے ہادی کو فون کر دیا ہے' وہ آ رہا ہے۔

''ہادی آئے یا ہادی کا باپ آئے......ہو گا وہی جو میں کہوں گا......سمجھی تم......'' دادا پھر غصے سے چلائے

اوصاف خاموش انہیں دیکھتی رہی۔کچھ ہی دیر میں ہادی بھی وہاں موجود تھا۔

''تم دونوں جاو یہاں سے۔''

اس کے آتے ہی دادا نے دونوں کو ایک ساتھ ڈپٹ دیا۔ان کا غصہ بڑھنے لگا تھا۔

''ہادی! ڈیڈ نہ جانے کیوں ایسے کر رہے ہیں۔''اوصاف وہاں سے جانے والی نہیں تھی نہ ہی ہادی کو جانے دینا چاہتی تھی۔

''اوصاف! تم جاو یہاں سے......'' ہادی نے نرمی سے کہا اور اوصاف چلی گئی

صدھم جانتی تھی کہ اوصاف زبردستی اپنی ہر بات منواتی ہے۔ورنہ ہادی اس کی آدھی بات بھی نہ سنے۔دوستی اپنی جگہ مگر وہ ہادی پر بے جا مسلط تھی۔اس نے خود کو اس کے گرد جال کی طرح بن دیا تھا۔

''ہادی! تم بھی جاو۔مجھے تم دونوں سے کوئی بات نہیں کرنی......

دادا! آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ وہ حیران ہو کر بولا۔

''میں نے تمہارے لیے صدھم کو پسند کیا ہے۔بس مجھے انکار نہیں سننا۔'' دادا نے بات الجھا کر کی' سیدھی طرح کرنی چاہیے تھی۔

ہادی حیران سا انہیں دیکھنے لگا۔''صدھم!'' وہ بڑبڑایا۔

''صدھم کو کون ناپسند کر سکتا ہے دادا' وہ اتنی پیاری ہے۔لیکن اوصاف کے مقابلے میں آپ کسی کو بھی لا کر کھڑا کریں گے تو میں انکار

ہی کروں گا۔آپ جانتے ہیں میری اوراوصاف کی دوستی کو۔''

چھپ کران کی باتیں سنتے' کھڑے کھڑے صدھم کے جسم سے جان نکل گئی۔اس کے دل میں ایک دم سے ایسی ٹیس اٹھی کہ اس کے لیے وہاں کھڑے رہنا محال ہوگیا۔

''اگراوصاف نہ ہوتی تو میں کبھی آپ کوانکارنہ کرتا۔اب آپ بھی مت کریں۔''

ہادی کی آواز اس کی تکلیف کے بار کو بڑھا رہی تھی۔لیکن وہ اس کی آخری بات سے متفق تھی کہ اگراوصاف نہ ہوتی تو......اگر وہ ہوتی ہی نہ تو......

اسے ہونا ہی نہیں چاہیے تھایا کم سے کم اس کےاور ہادی کے درمیان تو بالکل نہیں......

''ہاں!اسے نہیں ہونا چاہیے......تمہارے اور ہادی کے درمیان......''

صدھم نے چونک کراسے دیکھا......''تو تم متفق ہو مجھ سے......''

ہاں!لیکن تمہیں پہلے''ہادی'' کاتعین کرلینا چاہیے......''

''میں کرچکی ہوں تعین۔''وہ اونچی آواز میں بولی

''کرچکی ہوتی تو میری یہ حالت نہ ہوتی۔''اس نے اپنے ہاتھوں اور سر کی طرف اشارہ کیا۔روشن پیشانی سے پھوٹنے والا سیاہ جال اس کی روشن آنکھوں کو بے نور کرتا اس کے دل کی طرف بڑھ رہا تھا۔گمراہی اپنے سب ہتھیار لیے اس کی شہ رگ پر وار کرنے کے لیے تیار ہوچکی تھی......اس کی تیاریوں کو عروج صدھم نے دیا تھا......جیسے آغاز صدھم نے کیا تھا......

صدھم نے ٹکٹکی باندھ کراسے دیکھنا شروع کیا۔

''دیکھو میری بینائی جارہی ہے......تم مجھے اندھا کررہی ہو......میری سماعت دھوکا دہی پر آچکی ہے......میری زبان دعوے کررہی ہے...... دیکھو صدھم تم میرا کیا حال کررہی ہو......کیا تم نے میرا حسن نہیں دیکھا' کیا اس حسن نے تمہیں مبہوت نہیں کیا' اب کیا تمہیں غلاظت اور کراہیت دکھائی نہیں دے رہی......خوف نہیں محسوس ہورہا......اور کیا تمہیں خود کو اللہ سے الگ کرلیے جانے کا کوئی صدمہ نہیں......میں بدصورت ہوتا جارہا ہوں اور تمہیں اپنے گناہ کے حسن پر ناز ہے......تم اپنا وعدہ کیوں توڑ رہی ہو صدھم......

کون سا وعدہ......؟

تم نے خود سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ تم ہمیشہ ہادی کو خوش رکھو گی......جو وہ چاہے گا وہی کروگی؟

میں نے کبھی اسے ناخوش نہیں کیا......

تم جلد ہی اس کی خوشنودی کھودوگی......

کیا تم اندھے ہو' تمہیں میری تکلیف نظر نہیں آرہی۔دیکھو میری کیا حالت ہوگئی ہے۔اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر میں نے کتنی بار مانگا

ہے..... کتنی راتوں میں...... کتنے سجدوں میں......زبان تھک گئی ہے اب......دل رو رہا ہے اب......اب بس...... میں اوصاف کو آج زہر پلا دوں گی۔''

''وہ مرجائے گی' تم اسے قتل کر دو گی......تم مجھے کہیں کا نہیں چھوڑو گی صدھم......میری پناہ مجھ سے نہ چھینو صدھم......''

''اسے مرجانا چاہیے۔''اس نے انتہائی نفرت سے کہا

یہ ظلم ہے......مر تو اس خیال کو جانا چاہیے جو تم نے نفس کی گرہ میں باندھ لیا ہے......تم انسان سے شیطان بن رہی ہو......تم اشرف ہونے پر راضی نہیں رہنا چاہتی' تم رتبے سے گر رہی ہو......''وہ شدید کرب سے بولا

''محبت سب سیکھا دیتی ہے۔''اس نے گردن کو اکڑا کر کہا

''یہ سب جو تم نے سیکھ لیا ہے......محبت سے سکھایا ہے؟''

''ہاں......''اس نے غرور و تکبر سے گردن کو اور اکڑا لیا

''کس کی محبت سے؟''خیال رو دینے والے انداز سے بولا

''ہادی کی محبت نے۔''انداز میں اور غرور چھلکنے لگا

''ہادی کی نہیں' انسان کی محبت نے۔''

''وہ صرف انسان نہیں ہے۔''وہ چلائی

''صرف ایک انسان ہی ہے۔ورنہ اس کی محبت تمہیں بے صبرا نہ بنا دیتی۔وہ تمہیں ناشکری اور گناہ کی طرف راغب نہ کرتی۔تم نے غور ہی نہیں کیا ان سب پر' غرور اور تکبر پر' شر اور خیر پر' گناہ اور ثواب پر' تم سب بھول گئی ہو۔ایک محبت نے تمہیں سب بھلا دیا ہے۔تم نے تکبر سے سر اٹھا کر خود کو گناہ کے میدان میں لا کھڑا کیا ہے۔تم نے دعا کے لیے ہاتھ گرا کر اپنی مرضی کے لیے اٹھا لیے ہیں۔کیا یہ محبت ہے جس نے تمہیں منکر بنا دیا ہے۔اللہ سے محبت کرتیں تو یہ سب نہ سیکھتیں۔انسان سے محبت نے تمہیں اتنا سکھا دیا ہے۔تم ایک انسان کو مارنے جا رہی ہو اور کہہ رہی ہو کہ تم محبت کرتی ہو...... یہ ہے وہ محبت؟

''ہاں یہی ہے وہ محبت...... مجھے اب یہی محبت چاہیے......''

''مجھے اور احسن کو ہادی اور اوصاف کے ساتھ رشتے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔آپ کو بھی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔''احسن اور نورین آج ایک ساتھ آئے تھے۔

''ہادی صدھم کا منگیتر ہے۔''دادا کڑے تیور لیے بولے۔

''ہادی اوصاف کے ساتھ خوش رہے گا۔وہ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔''

''وہ صدھم کے ساتھ بھی خوش رہے گا۔''دادا اپنی بات سے پیچھے ہٹنے کے لیے تیار نہیں تھے۔

''آپ خواہ مخواہ ضد کر رہے ہیں پاپا......''

''کیا صدھم تمہاری بیٹی نہیں ہے احسن۔ساری حمایت تم اوصاف کی ہی کر رہے ہو......؟

''بیٹی ہے اس لیے کہہ رہا ہوں۔دونوں کی پسند کو جانتا ہوں بلکہ سب جانتے ہیں اوصاف اور ہادی کی ایک دوسرے کے لیے پسندیدگی کو......''

''صدھم سے پوچھا اس کی پسند کا......؟؟''

''صدھم کسی کے ساتھ بھی خوش رہ لے گی' مگر اوصاف نہیں۔آپ بھی جانتے ہیں صدھم اور اوصاف کے فرق کو۔''

''صدھم مسکین ہے اور اوصاف نہیں......'' دادا نے طنزیہ جتایا

نورین نے جز بز ہو کر پہلو بدلا۔

دونوں میں ایک ہی فرق تھا کہ ایک محبت کرتی تھی اور اظہار بھی کرتی تھی۔جبکہ دوسری محبت کرتی تھی اور خاموش رہتی تھی۔گھر میں چلنے والے صورتحال سے صدھم اچھی طرح سے واقف تھی۔وہ لائبریری' ہال اور دادا کے کمرے میں ہونے والی ساری گفتگو کو جانتی تھی۔اس نے اپنی آنکھیں اور کان اچھی طرح سے کھول لیے تھے۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ بے خبری میں ماری جائے۔

ہادی اپنے کنسرٹ کے لیے شہر سے باہر تھا اور اوصاف بھی اس کے ساتھ تھی۔دادا بہت بے چین رہتے تھے۔وہ کسی کی کوئی بھی بات ماننے کے لیے تیار نہیں تھے۔وہ جانتی تھی' دادا اس کا حق کسی کو نہیں لینے دیں گے۔ہادی صدھم کا حق تھا اور ان کا فرض تھا اس کا حق اسے ہی دینا۔

نورین آنٹی نے ایک بار پھر دادا' تایا جی' پھوپھو' عقیل انکل اور نرگس آنٹی کو بات چیت کرنے کے لیے اکٹھا کیا۔نجانے کیوں وہ ہار ماننے کے لیے تیار نہیں تھیں۔

''نہیں نورین! ہادی کے رشتے کے لیے میں صرف صدھم کے لیے ہی ہاں کروں گی۔''

اس جواب نے نورین کی گویا زبان چھین لی۔انہیں یقین نہیں آیا کہ صدھم کے لیے یہ الفاظ نرگس کہہ رہی ہیں' زویا کی بیٹی کے لیے جس سے وہ نفرت کرتی تھیں۔دادا نے فخر سے نرگس کو دیکھا۔آج پھر نرگس نے ان کا مان رکھ لیا تھا۔

''وہ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔'' نورین اپنا غصہ بمشکل دبا کر بولیں۔ان کی بیٹی کے مدمقابل ایک صفر لڑکی تھی۔یہ بھی ان کی بے عزتی ہی تھی کہ ایسی لڑکی ان کی بیٹی کے مقابلے پر جیت رہی ہے۔

''میں ہادی کو سمجھا لوں گی۔ایک مرتے ہوئے انسان سے میرے شوہر نے وعدہ کیا ہے' مجھے بھی مرنا ہے' میری بھی ایک بیٹی ہے...... پتا نہیں مجھے کس کس سے کیا کیا وعدہ لینا پڑ جائے۔وقت بدلتے اور موت آتے دیر نہیں لگتی۔''

''اوصاف ایسا نہیں ہونے دے گی بھابھی......''

''تم اسے سمجھاؤ' اسے بتاؤ کہ صدھم کا رشتہ سالوں پہلے سے ہی طے ہے۔'' نرگس اوصاف کو لے کر کوئی بات سننے کے لیے تیار ہی

نہیں تھیں۔

''میں تو آپ کو سمجھا رہی ہوں' گھر میں لڑکوں کی کمی نہیں ہے۔ہادی نہ سہی' شرجیل ہے۔جذباتی ہونے کی بجائے ٹھنڈے دل سے سوچیں۔عقیل نے وعدہ کیا تھا تو شرجیل سے کر دیتے ہیں۔صدھم اسی گھر میں رہے گی' وعدہ بھی پورا ہو جائے گا آپ کا۔''

دادا اس بات پر سوچنے لگے۔نرگس بھی خاموش ہو گئیں۔

''اوصاف اور ہادی نہیں مانیں گے' آپ سب مان جائیں۔اگر ہادی صدھم کے لیے مان جاتا تو آپ ان دونوں کی کر دیں' اوصاف نہیں بھی سمجھے گی تو کیا کر لے گی۔''نورین نے منہ بنا کر کہا۔

اوصاف کے ہوتے ہوئے ہادی صدھم کے لیے کیسے مان جائے گا۔سب جانتے تھے'اوصاف زمین آسمان ایک کر دے گی۔خود کو جلا دے گی' دنیا کا آگ لگا دے گی مگر اپنی منوائے گی' اسے ہادی چاہیے تھا اور بس......

اور اسے......صدھم کو......

اسے کیا چاہیے' یہ سوچنے والا وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔اوصاف اور ہادی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں یہ سب جانتے ہیں۔وہ کسے پسند کرتی ہے کوئی جاننا ہی نہیں چاہتا......

انسان اتنا منہ زور کیوں ہو جاتا ہے؟

کیا انسان کو بنانے والے کو یہ معلوم نہیں تھا' اس کی منہ زوری کا......اس کی خواہش کی حد کا......؟؟

معلوم تھی' اسی لیے اس نے لگامیں دی تھیں......

میں نے وہ لگامیں نہیں دیکھیں......

کیا تم اپنی مرضی سے اپنی آنکھیں بند نہیں کرتی سونے کے لیے......؟؟

وہ ایک قدرتی عمل ہے......

وہ تمہاری چاہ ہے......تم جانتی ہو آنکھ بند کر کے تمہیں نیند لینی ہے......یہ تمہارا حکم ہے......تمہاری آنکھ کو' تمہارے جسم کو۔تمہارا یہ حکم ہی تمہاری لگام ہے......خواہش ''نفس'' ہے......اور نفس کی لگامیں ہمارے ہاتھ میں ہیں............وہ کیا ہے جو اس لگام سے نہیں ہوتا؟

محبت......یہ بے بس کر دیتی ہے......

نہیں صدھم......بے بسی تمہاری مٹی میں نہیں گوندھی گئی......یہ تمہاری اپنی تخلیق ہے......

میں بشر ہوں کچھ تخلیق نہیں کر سکتی......

کیا تم اپنی خواہشات تخلیق نہیں کرتیں......کیا تمہاری چاہ تمہاری تخلیق نہیں......؟؟

تم دلائل میں مجھے ہرا سکتے ہو......

میں کتنے بھی دلائل میں تمہیں ہرا دوں......تمہارا ایک بدعمل تمہیں جیتا سکتا ہے......میری کشش کتنی بھی زور آوار کیوں نہ ہو، یہ تمہارے ''کر دینے'' کے عمل سے زیادہ نہیں ہوگی۔ میں کتنا بھی طاقتور رہوں، کسی ضعیف بوڑھے کی طرح کپکپانے میں وقت نہیں لوں گا۔ میں کتنا بھی خدا کے قرب کا طلبگار رہونا چاہوں، تمہاری بشری طلب کے بوجھ تلے دب کر رہ جاؤں گا۔تم انسان عمل اور بدعمل کے خالق ہو......تم ہر پل اپنے اندر نئے پیمانے نافذ کرتے ہو۔ میں کتنا بھی یادداشت میں ''جمال رب'' کا نظارہ کرتا رہوں تم ''کمال فن'' سے اس نظارے کو بھلا دینے پر مجبور کر دو گے......قادر تو تم ہو نیک و بد پر......اپنے راستے، اس راستے کی منزل پر......''

جب حقیقی قادر اپنی قدرت نہ دکھائے تو انسان کو قادر بننا ہی پڑتا ہے......

''اللہ کی صفتِ حقیقی پر ایسے شک نہ کرو صدھم۔ مجھے اتنا شرمندہ نہ کرو، جس سے محبت کے دعوے کرا چکی ہو اس پر ایسے شک نہ کرو ۔کیا تم نے کبھی اس پل پر غور نہیں کیا جب ایک ہو کر ہم سب نے اللہ کو اپنا خالق مانا تھا۔اس کے سامنے ایسے جھکے تھے کہ دوبارہ اٹھنے کے لیے تیار نہیں تھے۔کیا تمہیں یاد نہیں کہ دنیا میں آنے کے لیے ہم کیسے اللہ کی بارگارہ کی طرف لوٹ لوٹ جاتے تھے کہ وہ اپنا فیصلہ بدل لے ۔کیا تمہیں یاد نہیں کہ ''ہماری تخلیق'' کا لمحہ کیسا تھا۔اور کیا تم یہ بھی یاد کرنا نہیں چاہتی کہ ہم نے فرشتوں پر رشک کیا تھا کہ وہ ایک اللہ کے حکم کے پابند ہیں اپنے نفس کے حکم کے تابع نہیں ۔اور کیا ہم نے دلوں میں یہ عہد نہیں کیا تھا کہ ہم بھی ایسے ہی پابند ہوں گے......اپنی حدود میں......اپنے رب کی رضا میں......اپنے خالق کی محبت میں......بس......

انسان بھٹک جانے والا بھی ہے اور بھٹکا دینے والا بھی۔ٹھیک کہا اللہ نے ''انسان بہت جلد باز ہے''۔ یہ دنیا ''جلد بازی'' کا بازار ہے......یہاں کچھ قائم نہیں...... یہاں کسی کو دوام نہیں......اس بازار میں ایسا ہے کیا جس کے لیے ''حقیقی محبت'' کو بھلا دیا جائے۔کیا تم دیکھتی نہیں کہ ولیوں نے کیسے اپنے محل چھوڑ دیے، اپنے رتبے، اپنی شان و شوکت، وہ سب کچھ جو ان کے پاس تھا......کس لیے؟ اللہ کی محبت میں۔تم ایک انسان کو چھوڑ دینے کے لیے تیار نہیں ہو۔کیا تمہیں دکھائی نہیں دیتا کہ دنیا کی ساری دولت دے کر بھی اللہ کی محبت خریدی نہیں جا سکتی اور بس صرف ایک انسان خود......انسان خود جو یہ محبت حاصل کر سکتا ہے......یہ تو تم ہو جو اللہ کی ساری محبت پا سکتی ہو......دیکھو اللہ نے اپنی محبت کی قیمت کیا رکھی ہے......اس نے اپنی محبت میں انسان کی ''بندگی'' رکھی ہے۔اس کا بندہ بن جاو صدھم......اسی کی بندگی میں رہو......''

''جب لوگ اتنا کچھ برا کرتے ہیں اور ان کے ساتھ کچھ نہیں ہوتا تو پھر میں کیوں نہیں......میں نے کبھی کسی کے ساتھ برا نہیں کیا، میری ماں نے بھی نہیں کیا تھا۔اللہ نے انہیں سزا نہیں دی اور مجھے سزا دلوا دی......اللہ کو اپنی انصاف پسندی پر نظر ثانی کرنی چاہیے......اسے دیر نہیں کرنی چاہیے......کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب لوگوں کو انصاف ملنا بند ہو جاتا ہے یا اس میں دیر ہونا شروع ہو جاتی ہے تو کیا ہوتا ہے......وہ سرکش ہو جاتے ہیں......وہ بغاوت پر اتر آتے ہیں......دکھ ہو یا صبر اس کی ایک حد ہوتی ہے......

''میں یہ جانتا ہوں کہ جب کوئی بے صبرا ہو جاتا ہے تو اس کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔''

کیا ہوتا ہے......

وہ بے سکون ہو جاتا ہے...... وحشی ہو جاتا ہے...... جانتی ہو صبر کی تلقین کیوں کی گئی ہے؟

صبر ایک بہلاوا ہے جو اسے دے دیا جاتا ہے جو کمزور ہوتا ہے۔ صبر ایک تالا ہے جس کی چابی بے بسی ہے' ایک ایسا گھونسلا جس کے پرندے پر کٹے ہیں' ایک ایسی شرینی جو دُکھ کی تلخی میں گھولنے کے لیے دے دی جاتی ہے......''

جب تم نے کبھی صبر کیا نہیں تو تم اتنی تلخی سے بات کیسے کر سکتی ہو۔

میں نے بچپن سے اب تک صبر ہی کیا ہے......

کیسے......؟

مجھے تمہیں تفصیل نہیں بتانی...... میں تمہیں جوابدہ نہیں ہوں......

میں بتاتا ہوں۔ جب تم آنکھ کھولتی تھی تو تمہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ تمہیں انتظار کرنا پڑتا تھا کہ کب تمہیں نور عطا ہو اور تم بینا ہو جاؤ۔ تم نے دعائیں کی کہ تمہاری سماعیں تمہارے اختیار دے دی جائیں تا کہ تمہیں کم سے کم وہ تو سنائی دے جو تم سننا چاہو۔ تمہیں چاہ تھی کہ کاش تم اپنی مرضی سے اپنی زبان کا استعمال کر سکو۔ تمہیں وہ قوت عطا ہو جو زبان تک لقمہ لے جانے میں کارگر ثابت ہو اور......

بس کرو! میں اکیلی نہیں ہوں جس کے پاس آنکھ ناک کان ہے۔

تو پھر تم اکیلی نہیں ہو جس نے دُکھ کا ذائقہ چکھا...... غم سہا...... جو بے بس ہوا...... جسے لاچار کر دیا گیا...... جس کی ماں مر گئی' جو تنہا رہ گئی...... تم اکیلی نہیں ہو......

ٹھیک ہے میں اکیلی نہیں ہوں...... پھر میں گناہ کرنے میں بھی اکیلی نہیں ہوں۔

جو معمولی غموں پر صبر کرنے سے قاصر ہے...... وہ گناہ کی سزا کس صبر سے کاٹے گا؟

تا عمر دکھوں کو سہتے رہنا بھی سزا ہی ہے...... تم چاہتے ہو میں آنسو بہا کر بیٹھ جاوں۔

ہاں! تم بیٹھ جاو لیکن فیصلے کے انتظار میں......

فیصلہ جو میرے حق میں نہیں ہوگا......

فیصلہ جو تمہارے لیے ہوگا......

وہ مجھے پسند ہو یا نہ ہو......

اگر تم سے پوچھا جاتا تو تم تو انسان ہونا بھی پسند نہ کرتی۔ اب انسان بن چکی ہو تو خدا بن رہی ہو۔

تم اللہ کی حمایت کے لیے آئے ہو......

اللہ کو اپنی حمایت کی ضرورت نہیں پڑتی...... میں تو تمہاری حمایت میں آیا ہوں...... تمہیں بچانے......

تم بس یہ چاہتے ہو میں اپنی محبت کا خون کر دوں......

میں بس یہ چاہتا ہوں کہ تم ''محبت'' کو پالو...... حقیقی محبت کو۔

اللہ کی محبت اگر کافی ہوتی تو دنیا میں مرد اور عورت کا جوڑ نہ بنتا......

اللہ کی محبت اگر نا کافی ہوتی تو اس مرد اور عورت کا جوڑا ہی نہ بنتا......رشتے اور تعلق محبت میں حائل نہیں ہوتے۔ ماں باپ، بہن بھائی، شوہر اولاد، یہ سب تو زندگی کی مقررہ مدت میں ساتھ نبھانے والے سہارے ہیں۔ کیا تم نے سنا نہیں کہ روز قیامت سب کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔ ماں کو اولاد کی فکر نہ ہوگی، باپ کو اپنے خاندان کا پتا نہ ہوگا...... کیوں؟ کیونکہ تب صرف ایک تعلق اہم ہوگا......''اللہ اور بندے کا''۔ جو تب اہم ہوگا وہ اب کیسے غیر اہم ہو سکتا ہے صدھم...... حقیقی تعلق تو تمہارا اور اللہ کا...... باقی سب تو فانی ہے......

دادا کے کمرے میں ہونے والی اس آخری فیصلہ کن بات چیت نے صدھم کو اتنا بے یقین کر دیا کہ اسے یہ احساس شدت سے ہوا کہ جو سزا اس کی ماں کے حصے میں آنے سے رہ گئی تھی وہ اب اس کے حصے میں بڑے آرام سے آ گئی ہے۔ جو تکلیفیں بچ گئی تھیں وہ اسے منتقل کر دی گئی ہیں۔ وہ رات اس کے کمرے میں ماتم بن کر اتری۔ وہ اتنا روئی اتنا روئی کہ اس کی آنکھوں کی ساری بینائی، اس کے دل کی خوش امیدی کے سنگ بہہ گئی۔

''آپ نے ہادی اور اوصاف کے نکاح کا اعلان کر دیا ہے دادا؟'' اگلے دن صبح ہی وہ دادا کے سامنے تن کر کھڑی تھی۔

''ہاں! دونوں کی مرضی تھی تو......'' وہ اتنا ہی کہہ سکے

اور میری مرضی......؟ وہ پہلی بار ان سے ایسے مخاطب تھی

تمہاری مرضی......وہ حیران ہوئے

''ماما نے مجھے بتا دیا تھا، میرے اور ہادی کے رشتے کے بارے میں......'' اپنے حق کی بات کرنے کے لیے وہ مضبوط انداز سے کھڑی تھی۔

وہ چونک گئے۔ انہیں نہیں معلوم تھا کہ وہ اس بات سے واقف ہے۔ ''تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے صدھم۔''

''جھوٹ مت بولیے دادا! آپ سب جانتے ہیں۔'' وہ رونے لگی۔

دادا حواس باختہ ہو گئے۔

''کتنے ظالم ہیں آپ۔ کتنی ظالم ہیں نورین آنٹی، اپنی بیٹی کا مقدمہ لڑ کر جیت گئیں۔ ماما زندہ ہوتیں تو وہ بھی میرے لیے لڑتیں، آپ کو آپ کا کیا وعدہ یاد کرواتیں۔''

''کیا میں نے تمہیں زویا سے کم پیار دیا۔''

''کوئی میرے لیے نہیں لڑا، میں صرف آپ کا خون ہوں، آپ کی بیٹی نہیں۔ میرا کوئی نہیں، میں کسی کی نہیں۔''

''تم غلط سمجھ رہی ہو۔'' وہ پیار کرنے اس کے قریب آئے۔ ''ہم شرجیل کے ساتھ......''

''محبت کے بدلے میں آپ تعلق دے رہے ہیں۔ سودا کر رہے ہیں میرے ساتھ، اوصاف سے کیوں نہیں کرتے یہ سودا آپ۔''

’’میں مجبور ہوں...... ہادی اوصاف سے......‘‘

’’آپ مجبور نہیں ہیں...... غلط ہیں آپ...... غلط کر رہے ہیں آپ سب میرے ساتھ......‘‘

’’ہادی کی مرضی ہے یہ صدھم...... وہ نہیں مان رہا......‘‘ یہی ایک ٹھوس دلیل تھی ان کے پاس

’’ہادی کی مرضی مجھے ہونا چاہیے تھا۔ آپ کو اسے‘ سب کو بتا دینا چاہیے تھا ہمارے رشتے کے بارے میں‘ اپنے وعدے کے بارے میں۔ آپ نے یہ بات اب تک کیوں چھپا کر رکھی۔ کیا آپ دیکھ نہیں رہے تھے کہ اوصاف کیسے ہادی کا سایہ بنتی جا رہی ہے۔ کہاں سو رہے تھے آپ دادا......؟‘‘

’’میں ایسا کرتا تو بھی ہادی اپنی ہی مرضی کرتا۔‘‘

یہ ایک نام نہاد عذر ہے بس۔ میری ماں کو کوئی محبت نہیں دے سکا‘ مجھے بھی نہیں دے سکا۔ میں شرمندہ ہوں کہ میں اس خاندان کا حصہ ہوں جہاں لفظوں کا پاس نہیں۔ جہاں مرنے والے اس لیے مر جاتے ہیں کیونکہ ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ جہاں زندہ لوگوں کو اکیلا اور تنہا کر دیا جاتا ہے‘ انہیں کچھ دیا تو نہیں جاتا لیکن چھین سب لیا جاتا ہے۔‘‘ کہتے کہتے وہ ہانپ گئی۔

دادا خاموش کھڑے سنتے رہے۔ وہ خود کو مجرم سمجھ رہے تھے

’’کیا مجھے آپ کو یہ بتانا پڑے گا کہ ہادی میرے لیے کیا ہے۔‘‘

دادا نے شرمندگی سے سرخ ہوتے ہوئے اسے دیکھا۔ ’’چپ ہو جاؤ صدھم...... میں بہت بے بس ہوں‘ مجھے معاف کر دو۔‘‘

اس نے نفرت سے دادا کو دیکھا۔ ’’میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی‘ جیسے آپ سب نے کبھی میری ماں کو معاف نہیں کیا۔‘‘

’’ایسا کچھ نہیں ہے صدھم......‘‘

’’ایسا ہی ہے ورنہ نکاح میرا اور ہادی کا ہو رہا ہوتا......‘‘

اپنے کمرے میں بیٹھ کر وہ کتنی ہی دیر تک دادا کی بے حسی پر آنسو بہاتی رہی۔ ہادی رات گئے کنسرٹ سے واپس آیا تو وہ اس کے پاس گئی۔

’’تم سوئی نہیں ابھی تک۔‘‘ وہ حیران ہوا

’’مجھ سے شادی کر لو۔‘‘ ہاتھوں کو مسلتے وہ بس اتنا ہی کہہ سکی‘ اس کے بعد وہ کچھ نہیں بولی۔

شوز اتارتے اس نے رک کر حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور بہت دیر تک دیکھتا ہی رہا۔ پھر کھڑے ہو کر آہستہ سے اس کا گال تھپتھپا کر بولا۔ ’’جا کر سو جاؤ صدھم‘ بہت رات ہو گئی ہے۔‘‘

اور وہ کمرے میں آ گئی لیکن سوئی نہیں......

وہ رات اس کی ساری محبت‘ نرم دلی‘ شکر گزاری چھین کر لے گئی۔

اس رات اس نے سب جانے دیا...... انتظار...... یقین...... ایمان......

حسن' ذہانت' ماں باپ' کامیابی اور ہادی......اللہ کو اوصاف کی جھولی ہی نظر آئی سب دینے کے لیے اور جو کب سے میرے ہاتھ پھیلے تھے......وہ؟ مجھے نفرت ہے ہر انسان سے......اوصاف سے' پاپا سے' نرگس آنٹی' نورین آنٹی' دادا سب سے۔ وہ تنفر سے بولی۔

کیسی محبت ہے تمہاری جس نے تمہیں نفرت سکھا دی ہے......منکری کا آغاز نفرت اور ناپسندیدگی سے ہوتا......

میں یہ جانتی ہوں کہ ظالم کا ظلم جب حد سے بڑھ جاتا ہے تو وہ مظلوم کو بھی ظالم بنا دیتا ہے......

تو یہ ہیں وہ مشورے جو وہ تمہارے کانوں میں پھونکتا ہے...... یہ ہیں وہ دلائل ہیں جو شیطان تمہیں دیتا ہے......؟

کیا مظلوم اپنے لیے آواز نہیں اٹھا سکتا......؟؟

''آواز اٹھاؤ......تم تو ہتھیار اٹھا رہی ہو......قتل کر رہی ہو......کس کس خون کے قطرے کا حساب دو گی......اس کی سانسیں جوڑے کی گئی ہیں ان کا...... یاد رکھنا ایک انسان کا قاتل ایک انسان کا قاتل نہیں ہوتا......وہ اس کے رزق' تنفس' عبادت' دعاوں' خیرات' نیکی' اور لاکھوں کروڑوں اعمال کا قاتل ہوتا ہے......وہ دعائیں جو اوصاف مانگتی ہے......وہ عبادتیں جو اوصاف کرتی ہے' تم ان سب کی قاتل بننے والی ہو......

جب میری ہر چیز کا قتل ہو گیا تو اوصاف کی کیوں نہیں......

آنکھوں کی بینائی چھین چکا' گناہ آلود سیال شہہ رگ تک آتا دل پر قابض ہونے لگا......حسن گہنا گیا......صبر اور شکر کا انجام قریب آیا......بھلائی کی چال معدوم ہو گئی......دعا اور یقین کی زبان بندی......ایمان کی برتیں اس کے روئیں روئیں سے الگ ہوتی اسے ہیبت ناک بنانے لگیں......اس کی قائم مقائم خوش ظاہری دھول کی طرح اُڑنے لگی......

میرا کوئی بھائی نہیں' کوئی بہن نہیں' باپ تک میرا نہیں' ایک ماں تھی وہ بھی زندہ نہیں رہی۔ ایک ہادی ہے وہ کیسے کیسی کو دے دوں۔ اجنبیوں کی طرح اس گھر میں زندگی گزاری ہے......ایسے جیسے مسافر ہوں...... باقی کی زندگی بھی ایسے کیسے گزار دوں؟

''یہ دنیا مسافر خانہ ہی تو ہے......راستوں میں بھی کوئی پڑاو کرتا ہے......دیکھو تو سہی منزل ہے کہاں......کیا پیغمبروں' نبیوں اور ولیوں نے مسافروں کی طرح زندگی نہیں گزاری۔ انہوں نے دنیا کی چیزوں پر ہاتھ نہیں رکھے تھے صدھم......ملکیت کی گنتی کیوں کرتی ہو...... یہ سورج چاند ستارے کس کے ہیں......فلک کی چھت کس کے لیے...... یہ سب تو سامان ہیں جو کائنات کے خالق نے بنائے ہیں...... یہ تو دیکھو اس نے تمہیں کیوں بنایا؟ اپنے لیے......اس نے تمہیں کس لیے بنایا......اپنے لیے...... جب منزل اللہ کی محبت ہو تو جھولی کو ہیرے موتی جیسے پتھروں سے نہیں بھرتے۔ دل میں زمینی یا آسمانی جنت کے میووں کی چاہ نہیں رکھتے......''

''میں نبی یا ولی نہیں...... میں انسان ہوں......اس دنیا کی ہوں...... مجھے وہی چاہیے جو اس دنیا میں سب کو ملتا ہے......''

''وہ بھی انسان ہی تھے' اسی دنیا کے تھے۔ کوئی ولی پیدا نہیں ہوتا لیکن بس اپنے عمل سے بنتا ہے۔ تم اپنے عمل سے کیا بننے جا رہی ہو......دیکھو مجھے......''

بے داغ لباس سیاہ تر ہو گیا۔ پھر وہ پھٹنے لگا اور جسم کے زخم پھوٹ پھوٹ کر نظر آنے لگے۔ ان میں سے پیپ رسنے لگی۔

''تم نے مجھے کتنا بدصورت بنا دیا صدھم۔ میری نورانیت رخصت ہو رہی ہے اور سیاہی میرے اندر حلول کر رہی ہے۔ اب اندھیرے مجھ پر فدا رہے رہیں گے' گناہ کی لذت مجھ پر حاوی رہے گی' سب پا لینے کی تمنا مجھے بے حال رکھے گی' مادیت میرے اندر قیام کرے گی۔ اب مجھے اسے راستے پر چلنا ہوگا جس کا انجام ''سوال'' ہوگا...... جس سوال کا انجام ''سزا'' ہوگا۔

''ہادی ہی میرا سب کچھ ہے...... اگر وہ انعام کی صورت نہیں مل سکتا تو پھر سزا کی صورت ہی سہی......''

آہ......! وہ نیچے گر گیا۔ ''اب یہ پاوں چل کر اللہ کی بارگاہ میں نہیں جائیں گے کیونکہ انہیں ہادی نہیں ملا۔''

''ہاں نہیں جائیں گے۔'' وہ چلائی۔

''میں اندھا ہو گیا ہوں' میری آنکھوں کا نور چلا گیا ہے' مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا۔'' وہ اپنی آنکھیں ٹٹولنے لگا

''مجھے صرف ہادی نظر آتا ہے......''

''مجھے اس کے آگے پیچھے کچھ نظر نہیں آ رہا۔ مجھے دنیا نظر آ رہی ہے' دنیا کا مالک نہیں' مجھے دنیا میں رہنے والا چاہیئے' دنیا بنانے والا نہیں۔''

ہاں! کچھ نہیں چاہیے مجھے اس کے سوا......

''او خدایا! مجھے کچھ سنائی نہیں دے رہا۔ رحمتوں کے قصے' خدائی محبت کے وعدے' قرآن کی آیتیں۔ محبت نے مجھے بہرا کر دیا ہے۔ میں نے اپنے کان لپیٹ لیے ہیں......''

''کیا سب میرے لیے بہرے نہیں ہوئے...... کیا سب کو جواب نہیں دینا اپنے اعمال کا......''

''تمہیں اپنے اعمال کی فکر نہیں تو دوسروں کے اعمال کی فکر کیوں کر رہی ہو۔ تمہیں اپنے حسن کی فکر نہیں تو دوسروں کی بدصورتی پر انگلی کیوں اٹھا رہی ہو...... اللہ کی محبت کا ذائقہ چکھا کر تم مجھے گناہ کے ذائقوں میں لتھڑانا چاہتی ہو۔؟ اس بار وہ دھاڑ کر بولا۔

''بس کرو...... خدا کے لیے...... چلے جاو یہاں سے......'' وہ رونے لگی

''تم رحم کرو...... مجھ پر رحم کرو...... ایک بشر کے لیے مجھے اللہ کی محبت سے محروم نہ کرو...... مجھے جنت نہیں چاہیے...... جنت کا مالک تو چاہیے نا...... میری آنکھوں کو میرا نور واپس دے دو۔ میری کانوں کو ہدایت کی صدا دے دو صدھم۔ اونچے درجے پر بیٹھا کر مجھے نچلے درجوں میں نہ دھکیلوں...... جس دل میں ''عشق حقیقی'' گھر کر چکا ہے اس دل کو ''عشق مجازی'' کے سپرد نہ کرو...... خالی کر دو اپنے دل کو اس محبت سے جو فانی ہے......''

میں خود خالی ہاتھ ہوں......'' وہ ضدی انداز سے بولی

جس کے پاس ایمان ہے وہ خالی ہاتھ نہیں ہو سکتا۔ آنکھیں کھول کر صرف ایک بار اور خود کو ٹٹول لو۔ ڈھونڈ لو وہ ایمان جسے کل رات تم نے بھلا دیا...... صدھم اس گناہ کا بار...... یہ کون اٹھائے گا...... اسے اٹھا کر کیسے معافی مانگو گی...... کیسے گڑگڑاو گی۔''

میں اوصاف کو زہر دوں گی......ضرور دوں گی......ہادی میرا ہے......

ہادی ہی تو تمہارا ہے صدھم......ہادی کا تعین کرلو......

ہادی میری جان ہے......

یہ جان کب تک ہے؟ تیس سال؟ چالیس سال......ستر اسی نوے سال......کب تک ہے یہ جان تم میں؟ اتنے سے سالوں کے لیے ابد کا سودا نہ کرو......چند عشروں کے لیے......چند عشروں کی زندگی کے لیے......چند عشروں کی سانسوں کے لیے......ابدی محبت کو نہ ٹھکراو۔ صرف ایک انسان کے لیے' کل جہاں کے مالک کو مت بھلاو۔ تمہاری یہ نفرت سب اعمال لے ڈوبے گی' تم ایک انسان کو ماردو گی' اللہ سے معافی کیسے مانگو گی......کیسا لگے گا جب دعا کے بجائے توبہ کرنی پڑے گی......خود پر توبہ کی نوبت مت لاؤ۔"

"مجھے نہیں چاہیے معافی......کون کرنا چاہتا ہے توبہ......" تکبر سا تکبر تھا۔

"تمہیں اللہ سے معافی بھی نہیں چاہیے۔" ہاں اب سے لگا کہ اس کا انجام تو قریب تر ہے۔ اس نے اپنے جسم کے ایک ایک عضو سے بھلائی کو رخصت ہوتے دیکھا۔ سورج کو مغرب سے طلوع ہوتے' شہادت کی انگلی کو بند ہوتے' صراط مستقیم کو گمراہی میں تقسیم ہوتے۔

ایک ایک عضو گہنا گیا......شرک صورت اور کریہہ ہو گیا......

"جو چاہیے تھا وہ نہیں ملا تو معافی بھی نہیں چاہیے......"

حقیقی ہادی کو پہچان لو' کائنات کے ہادی کو پالو......وہ تمہارے لیے سو بشر بنا دے گا تم اس ایک ہادی کو کہاں ڈھونڈو گی......

مجھے سو بشر نہیں چاہیے......مجھے ایک اپنا ہادی چاہیے......

اپنی نمازوں اور تہجد کے سجدوں کو بچالو۔ اپنے صبر اور اپنی نیکی کو۔ دعا مانگنے والوں میں سے ہی رہو۔ اللہ کی حکمت جان نہیں سکتیں تو اس کے غلط ہونے کا دعوا بھی نہ کرو۔ اللہ کو مت بتاو اسے تمہیں کیا کیا دینا ہے' اس کو مت جتاو کہ اس نے تمہیں کیا کیا نہیں دیا' کیا کیا دے کر چھین لیا' کیا کیا دینا تھا' اسے مت سناو کہ وہ نہیں سنتا......یہ کفر ہے......یہ کفر تم نے کیسے سیکھ لیا......اللہ کے بندے یہ کفر نہیں سیکھتے......"

"اگر وہ میرا خدا نہیں تو میں اس کا بندہ نہیں......"

اس سے اپنی محبت بیان کرو......نفرت نہیں......ہاتھ اٹھا کر صرف چیزیں مت مانگو......

وہ میری نہیں سنتا......اس نے مجھے کچھ نہیں دیا......میں بھی اس کی نہیں سنوں گی......

اس کے لیے اپنی طرف سے کوئی جھوٹ مت گھڑو۔ اس نے تمہیں اپنی محبت کی طرف مائل کیا۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی تمہیں کچھ چاہیے تھا۔ تمہاری سرشت میں نیکی کا مادہ رکھا' تمہیں فلاح پالینے والوں کی صف کی طرف دھکیل دیا' تمہیں ہدایت دی معراج کی طرف۔ یہ ہے وہ سب جو اس نے تمہیں دیا......سب جو تمہارا ہے......جن نعمتوں کا شمار ممکن نہیں ان کا شکر کیسے ممکن ہو گا......شکر ہی ممکن نہیں تو ان سے انکار کیسے ممکن ہو گا......

مجھے "مجسم حسین" دکھ لیا تھا نا صدھم......وہ تم ہو جو "مجسم حسین" ہو......تمہارا باطن' تمہارا ایمان' تمہاری اللہ سے محبت ہے مجسم

حسن......کوئی حسن اس حسن کا مقابلہ نہیں کر سکتا......کوئی عمل ''حقیقی محبت'' کے عمل کا مقابلہ نہیں کر سکتا......جس دل کو اللہ کا گھر بنا لیا ہے اس دل کو ''دنیاداروں'' کا گھر نہ بناو......تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ ایک انسان کے بدلے تم اللہ کو چھوڑ دو......

تم یقین اور ایمان ہو......پاکیزہ اور معطر......

اور اب دیکھو......میری بدصورتی......تم مجھے مٹا رہی ہو......برباد کر رہی ہو......دیکھو مجھے صدھم......میں کریہہ اور غلیظ ہوتا جا رہا ہوں......تعفن زدہ اور ناپاک......سیاہ اور سیاہ کار......

صدھم نے نظریں اس پر گاڑ دیں اور پھر اپنی نظریں جھکا لیں۔ وہ ایسی کریہہ صورت کو دیکھنے کی طلب گار نہیں تھی۔

''جسے آج آنکھ بھر کر نہیں دیکھ پا رہی اسے کیسے جھیل پاؤ گی......جان جاؤ صدھم وہ جو حقیقت ہے......جس کا اللہ ہے اس کس کا سب ہے......کیا تم دیکھتی نہیں کہ اس نے انسان کو اسے دے دیا اور خود کو تمہیں......اس نے تمہیں اپنے لیے رکھا......تم اس پر رو رہی ہو......اس پر کہ اللہ نے تمہیں پسند کیا......تم اس پر چلا رہی ہو......

واویلا کرنا ہے تو اب کرو......مجھے دیکھ کر کرو......میرے مٹ جانے پر......

اس نے ٹھیک کہا تھا کہ وہ ایک دھن بجا کر جائے گا۔ وہ صدھم کی مرضی کی دھن بجا کر گیا......روتے' آہ و بکا کرتے' وہ اس طرح سیاہ سیال میں جل کر راکھ ہو گیا جیسے کبھی پیدا ہی نہیں ہوا تھا......جس کی بنیاد مٹی تھی اس کی سزا راکھ ہو گئی......

کاؤچ پر لیٹے لیٹے صدھم کی آنکھ کھلی۔ کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ باہر رات ہو چکی تھی۔ اس کی آنکھیں اور بالوں کی چند لٹیں آنسوؤں سے تر تھیں۔ اس نے اپنے ہاتھ سے اپنے آنسو صاف کیے۔ وہ شاید بہت دیر تک اور بہت زیادہ روتی رہی تھی۔ اٹھ کر اس نے لائٹ روشن کی۔

ہال خالی تھا۔ وہ کتنی ہی دیر تک پیانو کے پاس کھڑی رہی۔ ڈھکن الٹ کر اس نے پیانو پر اپنی انگلیاں رکھیں اور انہیں گھسیٹتی چلی گئی۔ پھر وہ اسٹول پر بیٹھ گئی۔ اپنا سر اس نے کنجیوں پر ٹکا لیا۔ تعفن سے اس کی سانسیں اٹکنے لگیں۔

دن کی روشنی رخصت ہو چکی تھی......رات کی سیاہی پھیل جانے کو تھی......

نڈھال سی چلتی وہ اوصاف کے کمرے میں آئی۔

یہ دیکھو' نکاح کا جوڑا آ گیا ہے۔'' اوصاف نے صدھم کو شرارہ پکڑایا اور صدھم نے اسے انگور کا جوس۔

اچھا ہے......'' صدھم اوصاف کو دیکھ کر مسکرا نہیں سکی

صرف ایک گلاس؟ اوصاف البتہ مسکرا کر پوچھ رہی تھی۔

''اوہ......! جگ میں کچن میں بھول آئی ہوں۔'' وہ گئی اور جگ لے آئی۔

اوصاف گلاس ختم کر چکی تھی اور شرارہ دیکھ رہی تھی۔

کیسا لگا تمہیں اپنا ڈریس؟

بہت اچھا! ویسے بھی آج مجھے سب کچھ بہت اچھا لگ رہا ہے......سنو صدھم پاپا بتا رہے تھے کہ جلد ہی تمہاری اور شرجیل کی منگنی ہو جائے گی......'' وہ شرارت سے مسکرائی

صدھم خاموش رہی۔اسے شرجیل سے کوئی دلچسپی نہیں تھی......

تمہیں شرجیل پسند ہے نا......ویسے وہ تھوڑا سا نک چڑا ہے...... ہے نا؟

''پتا نہیں......میں اسے نہیں جانتی......تم خوش ہو اوصاف......''اس نے اوصاف سے پوچھا

خوش...... یہ بے حد چھوٹا لفظ ہے......میری دعا ہے کہ ہر لڑکی میری طرح خوش نصیب ہو' اسے ہادی جیسا شوہر ملے' اس کے دل کی مراد پوری ہو......

''تمہیں ہمیشہ سے معلوم تھا نا کہ ہادی تمہارا ہی ہے......''ایک ٹیس صدھم کے دل میں اٹھی

ہاں! جن سے محبت کی جاتی ہے ان کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمارے ہیں......

مجھے بھی معلوم تھا کہ وہ میرا ہے اور میں اس کی ہی ہوں......پھر نجانے میں کیوں بھول گئی......صرف چند مہینوں میں ہی اسے بھول گئی......''

کسے......؟ اوصاف نے پلٹ کر اسے حیرت سے دیکھا

اپنے ایمان کو......اس ایمان سے اپنی محبت کو......

اوصاف الجھ سی گئی۔''تم کیا کہنا چاہتی ہو صدھم......''

''یہی کہ وہ کوئی چیز نہیں کہ اسے بھلا دیا جائے......

بالکل......ویسے میں نے سنا تھا کہ دادا چاہتے تھے کہ تمہاری اور ہادی کی۔ پتا نہیں دادا کو یہ کیا سوجی......تمہیں ہادی اچھا لگتا ہے کیا......؟

ہاں......!اس نے پر زور انداز سے سر ہلایا......''بہت......''

اوصاف سمجھی وہ مذاق کر رہی ہے۔''کیا مطلب؟''

مطلب یہ کہ مجھے صرف ''ہادی'' سے ہی محبت ہے......''

اوصاف نے ٹھٹک کر اسے دیکھا،''مذاق کر رہی ہو نا......؟

نہیں! اب ہی تو سنجیدہ ہوئی ہوں......

تم کس ہادی کی بات کر رہی ہو......''اوصاف کے چہرے کے رنگ اُڑ گئے

’’میں اس ہادی کی بات کر رہی ہوں جس کے لیے میں کچھ بھی چھوڑ سکتی ہوں......تمہارے ہادی کو بھی۔‘‘

اوصاف نے اسے ناسمجھی سے دیکھا۔

’’اس کی جس کی ساری محبت مجھے حاصل ہے۔جس کی بندگی اب مجھ پر بھاری نہیں رہے گی کیونکہ جس دل میں ’’عشقِ حقیقی‘‘ گھر کر چکا ہو اس دل کو ’’عشق مجازی‘‘ کے سپرد نہیں کرنا چاہیے......

میں اس واحد اور لاشریک کی بات کر رہی ہوں، جو میرا ’’ہادی‘‘ ہے......جس کا تعین میں اب کر چکی ہوں......

☆ ☆ ☆

The end